More Books Visit www.iqbalkalmati.blogspot.com

قرآنی دُعاؤں کا اِنسائیکلوپیڈیا

استدعا

پروردگارِ عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہِ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ (ناشر)

• آیات کا ترجمہ • الفاظ کے معانی • اہم نکات

انتخاب و ترتیب
محمد شریف بقاء

علم و عرفان پبلشرز
34 اردو بازار، لاہور۔ فون: 7352332-7232336
E-Mail:ilmoirfanpublishers@hotmail.com

نام کتاب	....	قرآنی دعاؤں کا انسائیکلوپیڈیا
انتخاب و ترتیب	....	محمد شریف بقا
ناشر	....	گل فراز احمد
پرنٹرز	....	رحمانیہ پرنٹرز' لاہور
کمپوزنگ	....	انیس احمد
سن اشاعت	....	اکتوبر 2004ء
قیمت	....	120 روپے

☆...... ملنے کے پتے ......☆

علم و عرفان پبلشرز

34- اُردو بازار، لاہور فون: 7352332

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور

کتاب گھر

کمیٹی چوک' راولپنڈی فون: 5552929

اشرف بک ایجنسی

کمیٹی چوک' راولپنڈی فون: 5531610

رحمٰن بک ہاؤس

اُردو بازار، کراچی

ویلکم بک پورٹ

اُردو بازار، کراچی

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
-1	حرف آغاز	9
	پہلا باب	
-2	انبیائے کرام کی دعائیں	13
-3	حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی دعا	15
-4	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	20
-5	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	24
-6	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	27
-7	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا	28
-8	حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی دعا	30
-9	حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا	32
-10	رسول کریم ﷺ کی دعا	34
-11	حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا	45
-12	حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا	47
-13	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا	49
-14	حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا	51
-15	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا	53
-16	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا	55
-17	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا	56
-18	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا	58
-19	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا	61
-20	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا	63

حرفِ آغاز

انسان اور خدا کا باہمی تعلق بندہ اور آقا، مخلوق اور خالق، ہستیِ محدود اور ذاتِ لامحدود کا ہے۔ بندہ خواہ کتنی ہی مادی اور روحانی ترقی کرے وہ بندہ ہی رہے گا۔ انسان کی زندگی لاتعداد خواہشات احتیاجات اور آرزوؤں کا مجموعہ ہے۔ جب اس کی ایک آرزو پوری ہوتی ہے تو پھر دوسری آرزو پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح انسان اپنی آخری سانس تک خواہشات کے چنگل میں پھنسا رہتا ہے۔ انہی ضرورتوں اور تمناؤں کے سہارے وہ اپنی زندگی بسر کرکے دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ہم اس حقیقت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں کہ انسان اپنی تمام آرزوؤں کی ہمیشہ تکمیل کرنے سے قاصر ہے اس لیے وہ خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعا کرنے کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ کارخانۂ قدرت ہماری مرضی کے مطابق تو نہیں چل رہا ہے کہ ہم جو چاہیں وہ حاصل کرلیں۔ لامحالہ جب ہماری تمنائیں پوری نہیں ہوتیں تو ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرنے لگتے ہیں۔ اب یہ خدا تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشے یا نہ بخشے۔ ہم اس کی بارگاہِ بیکس پناہ میں التجا ہی کرسکتے ہیں۔ اسے کسی طرح مجبور نہیں کرسکتے کہ وہ ہر صورت میں ہماری ہر دعا کو قبول فرمائے۔ نبیؐ اکرم کا ارشادِ گرامی ہے: ''اَلدُّعَاءُ مُخُّ العبادہ'' (دعا عبادت کا مغز ہے)۔ یعنی بندگی اور غلامی

کی روح یہ ہے کہ بندہ اپنے آقا اور مولا کو اپنا حاجت روا سمجھ کر اس سے اپنی حاجات کی تکمیل اور اپنی مشکلات کے حل کے لیے التجا کرے۔ اپنی آرزوؤں کی شکست ہی کے ذریعے اسے خدا تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کا احساس ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا: "عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائم" (میں نے اپنے ارادوں کی شکست سے اپنے رب کی معرفت حاصل کی)۔

اس امر کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ دعا تسکین قلب اور اطمینانِ روح کا بہت بڑا سہارا ہے۔ ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارا کوئی حاجت روا اور فریاد رس ہے جو ہمیں بے شمار تکالیف اور غموں سے نجات دلائے گا۔ جو لوگ خدا کے وجود کے منکر ہیں وہ جب پریشانیوں سے دوچار ہوتے ہیں تو وہ اپنے اعمال کے غیر متوقع نتائج سے مایوس ہو کر متعدد ذہنی بیماریوں اور قلبی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت وہ قنوطیت کا شکار ہو کر خودکشی پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہمارا تعلق ہمیں قنوطیت (مایوسی) کا شکار ہونے سے بچا لیتا ہے۔ دعا کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم کوشش اور عمل کو چھوڑ کر صرف دعاؤں پر ہی تکیہ کریں۔ رسولِ کریمؐ کی حیاتِ طیبہ اس بات کی شاہد ہے کہ انہوں نے پہلے حتیٰ المقدور حصولِ مقصد کے لیے خوب کوشش کی اور بعد ازاں خدا تعالیٰ کی بارگاہِ میں دعا گو ہوئے۔ مومن کا وطیرہ دوا کرنے کے بعد دعا کرنا ہے۔ دوا اور دعا کا یہ باہمی ربط ہی ہماری زندگی کی خوشگواری کا باعث بن سکتا ہے۔ اس دعا میں زیادہ اجر و ثواب ہے جس میں اجتماعیت کا رنگ پایا جائے۔ قرآن و حدیث میں جہاں انفرادی دعا کی اہمیت کا ذکر ہے وہاں اجتماعی دعا کی اہمیت و افادیت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے بہترین دعا وہ ہے جو خیر کے پہلو کی ترجمان ہو اور اس میں اجتماعی فلاح و نجات کا بھی رنگ جھلکتا ہو۔ قرآن و حدیث میں مستجاب دعا کے لوازمات اور اس کی بنیادی شرائط کی طرف واضح اشارات کیے گئے ہیں۔ خلوصِ نیت، عاجزی، انکساری، احساسِ ندامت، امید قبولیت اور خشوع و خضوع کی حامل دعا اجر و ثواب کے حصول کا مؤثر ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ جو لوگ تکبر کی بنا پر خدا تعالیٰ سے دعا

کرنے سے گریزاں ہوتے ہیں۔ وہ خدا کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔ ان کا اندازِ بے نیازی یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں کسی حاجت روا، مشکل کشا اور داتا کی ضرورت نہیں۔ حقیقی بے نیازی (صمدیت) تو خدا کی شان ہے۔ عاجز انسان تو غلام ہونے کی حیثیت سے ہر وقت اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنی مشکلات کے حل کے لیے خدا کی امداد، دست گیری اور اس کے فضل و کرم کا محتاج ہوا کرتا ہے۔ دعا کے تمام تقاضوں کو مدنظر رکھ کر اگر انسان خدا سے کچھ مانگے تو وہ محروم نہیں ہوتا۔ شرط یہ ہے کہ اسے مانگنے کا صحیح طریقہ معلوم ہونا چاہیے بقول شاعر ؎

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا؟

خدائے جلیل و کریم سے یہ عاجزانہ دعا ہے کہ ہم سب کی جائز دعائیں قبول فرمائے اور ملت اسلامیہ پر اپنا خاص کرم کرے۔ آمین!

محمد شریف بقا

۵ مئی ۲۰۰۴ء (لندن)

انبیائے کرام کی دعائیں

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی دعا

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلاً مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْھِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (بقرہ ۲:۱۲۹۔۱۲۷)

اور (یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام اس گھر (خانہ کعبہ) کی بنیادیں اٹھاتے تھے (تو دعا کرتے جاتے تھے)

"اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا۔ جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے ایک قوم کو؟ اپنا مطیع کر اور ہمیں اپنی عبادت (حج) کے طریقے بتا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

اے پروردگار! تو انہیں میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو انہیں تیری آیات

سنائے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں (ان کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور حکمت والا ہے''۔

(البقرہ ۲:۱۲۹۔۱۲۷)

الفاظ کے معانی

وَاِذْیَرْفَعُ =اور جب وہ (مراد ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ) اٹھاتے تھے+وَ =اور+اِذْ = جب +یَرْفَعُ =وہ اٹھاتا ہے +قَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ =گھر (خانہ کعبہ) کی بنیادیں +قَوَاعِدَ = قاعدہ (بنیاد) کی جمع +مِنْ = سے +اَلْبَیْتُ =گھر مراد کعبہ+رَبَّنَا =اے ہمارے رب+ تَقَبَّلْ مِنَّا =ہم سے قبول کر+تَقَبَّلْ =تو (اللہ) قبول فرما+مِنَّا =ہم سے +اِنَّکَ اَنْتَ = بے شک تو +اِنَّکَ =بے شک تو+اَنْتَ =تو +سَمِیْعٌ =سننے والا +عَلِیْمٌ =جاننے والا ،علم رکھنے والا +وَاجْعَلْنَا =اور بنا ہمیں+مُسْلِمَیْنِ =دونوں کو مسلم ، دونوں (ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ) کو فرماں بردار +لَکَ =تیرے لئے (اپنے لئے) +مِنْ ذُرِّیَّتِنَا =ہماری ذریت (اولاد) سے +اُمَّةً مُّسْلِمَةً = مسلمان امت ،فرمانبردار امت +لَکَ =تیرے لئے (اپنے لئے)+ وَاَرِنَا مَنَا سِکَنَا = اور دکھا ہمیں حج کے طریقے، اور ہم کو عبادت کے طریقے بتا +وَ =اور +اَرِنَا = ہم کو دکھا +مَنَاسِکُ =مَنْسَکْ (عبادت کا طریقہ) کی جمع + وَتُبْ عَلَیْنَا =اور تو (اللہ) ہماری توبہ قبول کر ،اور تو ہماری طرف (رحم کے ساتھ) توجہ فرما+ وَ =اور +تُبْ =تو توبہ قبول کر ،تو توجہ فرما (رحم کے ساتھ) عَلَیْنَا =ہم پر+ اِنَّکَ = بے شک تو +اَنْتَ =تو +تَوَّابُ =توبہ قبول کرنے والا ،(رحم کے ساتھ)توجہ فرمانے والا+ رَحِیْمَ = رحم کرنے والا ،مہربان+ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ = اے ہمارے رب !تو ان (کفار ومشرکین میں) معبوث کر +رَبَّنَا =اے ہمارے پروردگار +وَابْعَثْ = اور تو بھیج+ فِیْهِمْ =ان میں +فِیْ =میں +هِمْ =هُوَ (وہ) کی جمع +رَسُوْلاً =ایک رسول ،ایک پیغمبر+ مِنْهُمْ= ان میں

سے +مِنۡ = سے +یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِکَ =وہ ان پر تیری آیات پڑھے ،وہ (رسولؐ) انہیں تیری آیتیں پڑھ کرسنائے +یَتۡلُوۡا =وہ تلاوت کرے ،وہ پڑھ کر سنائے + عَلَیۡهِمۡ=ان پر+ایات =آیت کی جمع +اٰیٰتِکَ =تیری آیتیں مراد کلام الٰہی +وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ =اور وہ (رسولؐ)انہیں (کفارومشرکین کو) کتاب (قرآن)اور حکمت کی تعلیم دے ، وہ انہیں کتاب اوردانائی سکھایا کرے+وَ=اور+یُعَلِّمُهُمۡ = وہ انہیں علم سکھاتا ہے، وہ انہیں تعلیم دیتا ہے+الۡکِتَابَ =کتاب خاص مراد قرآن پاک+حِکۡمَةِ =حکمت ،دانائی ،عقلمندی کی باتیں ،کسی چیز کی اصلی غرض و غایت بتانا، فلسفہ+وَیُزَکِّیۡهِمۡ =اور وہ انہیں پاک صاف کرتا ہے مراد ہے وہ ان کے دل ودماغ پاکیزہ بناتا ہے+اِنَّکَ اَنۡتَ =بے شک تو (اللہ)+ عَزِیۡزَ =غالب +حَکِیۡمَ =حکمت والا ،صاحب حکمت ،ہرچیز کی اصلی غرض وغایت سے آگاہ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے بڑے بیٹے اسماعیل علیہ السلام جب مکہ معظمہ میں کعبہ شریف کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو وہ دونوں خدا تعالیٰ سے ایک بڑی حسین اور ایمان پرور دعا مانگ رہے تھے۔

(۲) وہ بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کر رہے تھے۔"اے ہمارے پروردگار تو ہماری اس خدمت کوشرف قبولیت عطا فرما"۔

(۳) ان دونوں کی دعا یہ بھی تھی۔"اے ہمارے رب !تو ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری ذریت کو اپنا مطیع بنانا"۔

(۴) وہ خداوند کریم سے اپنی دعا میں یہ بھی کہہ رہے تھے :"اے اللہ !تو ہمیں عبادت (خصوصاحج)کے طریقوں سے بھی آشنا کر"۔

(۵) ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کی دعا کا ایک اہم جزو رسول کریمﷺ کی بعثت

سے بھی متعلق تھا۔ انہوں نے خالق کائنات اور مالک ارض وسمٰوٰت سے بڑے خلوص اور دل کی گہرائیوں سے یہ عرض کی کہ اے اللہ! تم ان لوگوں میں ایک ایسے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجنا جو انہیں کتاب الٰہی کی تعلیم دے اور اس تعلیم کی اصلی غرض و غایت سے آگاہ بھی کرے۔ علاوہ ازیں وہ ان کو دل ونگاہ کی پاکیزگی کے اطوار بھی سکھائے۔

بنیادی نکات

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بڑے انبیائے کرام علیہ السلام میں شمار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے دل ودماغ میں اس قدر رچی بسی تھی کہ وہ اس کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے اور اس کی راہ میں تمام مشکلات ومصائب کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ ان کو خلیل اللہ، کا لقب دیا گیا تھا۔ ان کی اولاد میں عظیم المرتبت انبیاءؑ ورسلؑ مبعوث ہوئے۔ ان کے بڑے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق تھا۔ اور ان کے چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰقؑ کی نسل میں تمام انبیائے بنی اسرائیل پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے ان کی دونوں نسلوں میں نبوت اور حکومت رہی۔ خدا تعالیٰ نے انہیں تمام اقوام عالم پر فضیلت دی تھی۔ جہاں تک اس دعا کا تعلق ہے، اس میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا ذکر حسین کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر مکہ مکرمہ کی بے آباد جگہ پر اسے تعمیر کیا۔ باپ اور بیٹا دونوں خدا کے اس عظیم ترین اور قدیم گھر کی تعمیر میں مصروف ہو گئے اور ساتھ ساتھ اس پیاری اور دل نشین دعا کے مندرجہ بالا الفاظ بھی ادا کرتے جاتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان کی اس یادگار تعمیر کو دائمی عظمت واہمیت کی حامل بنا دیا ہے۔ آج دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان یہاں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ حاضری دینے کے لئے چلے آتے ہیں اور یہاں سے

فیوض وبرکات لے کر واپس جاتے ہیں۔ خدا کا یہ مقدس، مبارک اور عظیم گھر ہمارا مرکزِ عقیدت اور ملی اتحاد کا موثر ترین ذریعہ بن چکا ہے۔ یہ ہمارے ملی وجود اور اسلامی تشخص کا محافظ ہے۔ اور ہم اس کے پاسبان کی حیثیت رکھتے ہیں بقول علامہ اقبالؒ:۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں، وہ پاسباں ہمارا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ○

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِىْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ وَهَبَ لِىْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّىْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○

رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ○

رَبَّنَا اغْفِرْ لِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

(ابراہیم ۱۴:۳۵-۴۱)

اور (یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے کہا۔

''اے میرے رب !اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے دور رکھ کہ ہم بتوں کی پوجا کریں۔

اے میرے پروردگار ! انہوں (بتوں) نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ سو جس نے میری پیروی کی وہ بے شک میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا ہے۔

اے رب !میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے محترم گھر (خانہ کعبہ) کے نزدیک بے آب وگیاہ وادی میں بسایا ہے۔ اے پروردگار تا کہ یہ لوگ (یہاں) نماز کو قائم کریں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور انہیں پھلوں سے روزی عطا کر شاید وہ شکر گزار بن جائیں۔

اے ہمارے رب !بے شک تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں۔اور زمین وآسمان میں کوئی چیز بھی اللہ سے مخفی نہیں۔

اللہ کا شکر ہے جس نے بڑی عمر (بڑھاپے) میں مجھے اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ جیسے بیٹے دیے۔ بے شک میرا رب دعا کو سننے والا ہے۔

اے میرے رب !تو مجھے نماز کو قائم رکھنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔ پروردگار میری دعا کو قبول فرما۔

اے ہمارے رب ! تو مجھے ،میرے ماں باپ اور سب مومنوں کو اس روز معاف کردینا جب حساب قائم کیا جائے گا۔''

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ =اے ہمارے رب !بے شک تو جانتا ہے+رَبَّنَآ =اے ہمارے پروردگار ،اے ہمارے رب +اَنَّکَ=بے شک تو +تَعْلَمُ =تو جانتا ہے + مَانُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ = جو کچھ ہم چھپاتے ہیں ،اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں+مَا= جو کچھ

+نُخْفِیْ =ہم چھپاتے ہیں،ہم مخفی رکھتے ہیں +وَ =اور +مَا =جو کچھ +نُعْلِنُ = ہم اعلان کرتے ہیں ،ہم ظاہر کرتے ہیں +وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْ ءٍ =اور اللہ سے کوئی شے بھی مخفی نہیں رہتی + فِی الْاَرْضِ =زمین میں +وَ =اور +لَا =نہیں+فِی السَّمَآءِ =آسمان میں+ رَبِّ اجْعَلْنِیْ = اے میرے رب مجھے بنا دے+مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ =صلوٰۃ نماز کو قائم کرنے والا +وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ =اور میری اولاد میں سے بھی +رَبَّنَا =اے ہمارے رب تَقَبَّلْ دُعَآءِ =میری دعا قبول کر+رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَ الِدَیَّ =اے پروردگار !تو مجھے اور میرے والدین کو معاف کردے +وَ =اور +لِلْمُؤْمِنِیْنَ =اور مومنون کے لئے +یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ =جس دن حساب قائم کیا جائے گا +رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا =اے میرے پروردگار !تو بنادے اس شہر (مکہ معظمہ) کو امن والا +رَبِّ =ربی ،اے میرے رب +اِجْعَلْ =تو بنادے +ھٰذَا =یہ + بَلَد=شہر +اٰمِنًا =امن والا +وَاجْنُبْنِی وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَام =اور مجھے دور رکھ اور میری اولاد اس (بات) سے کہ ہم بتوں کو پوجیں +

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ شہر مکہ کو جائے امن بنائے۔

(۲) خلیل اللہؑ نے یہ بھی دعا کی کہ خدا اسے اور اس کی اولاد کو بتوں کی پرستش سے دور رکھے۔اور انہیں رزق دیتا رہے۔

(۳) حضرت ابراہیمؑ نے مزید اس بات کا اظہار کیا کہ زمین وآسمانوں کی کوئی چیز بھی خدا سے پوشیدہ نہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے ظاہر اور باطن دونوں کو بخوبی جانتا ہے۔

(۴) دعا میں یہ بھی درخواست کی گئی کہ خدا تعالیٰ حضرت ابراہیمؑ اور اس کی اولاد کو نماز قائم کرنے والے بنادے۔

(۵) اس دعا میں یوم حساب اس (حضرت ابراہیمؑ) کی اور اس کے والدین کے

علاوہ سب مومنوں کی بخشش کی بھی خدا سے التجا کی گئی ہے۔

بنیادی نکات

حضرت ابراہیمؑ نہ صرف بنی اسرائیل کے ابنیا ورسل کے جدامجد تھے بلکہ وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی مورث اعلیٰ تھے۔انبیائے نبی اسرائیل حضرت اسحٰق کی نسل سے تھے۔اور ہمارے ہادی اعظم صلی اللہ وعلیہ وسلم حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کا لقب خلیل اللہ (اللہ کا دوست) تھا۔انہوں نے جب اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو اس وقت انہوں نے یہ طویل دعا کی تھی۔اس دعا میں جن باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔وہ بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔آج اس دعا کی تاثیر سے خانہ کعبہ ہر سال لاکھوں انسانوں کی زیارت وبرکت کا موجب بنا ہوا ہے۔قدرت نے اس جگہ کو بہت زیادہ مقدس، بابرکت اور امن والا بنا دیا ہے۔قدیم ویرانے میں یہ آباد گھر مسلمانوں کے لئے مرکزی مقام رشد وہدایت بن گیا ہے۔روز بروز اس کی آبادی اور رونق میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کی رونق اور بزرگی وبرکت کو اور زیادہ کردے۔آمین!

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ٥

وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ٥

وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ٥

وَاغْفِرْ لِاَبِيْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ٥

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ٥

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ٥

اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ٥

(الشعرآء ۸۳:۲۶ـ۸۵و۸۷ـ۸۹)

"اے میرے رب! مجھے حکمت (علم ودانش، صحیح فہم) عطا کر اور مجھے نیکوں کے ساتھ ملا دے اور بعد میں آنے والوں میں میرا بول سچا رکھ (آئندہ لوگ میرا ذکرِخیر کریں) اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں شامل کر.........اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جب لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس روز نہ کوئی مال فائدہ دے گا اور نہ ہی بیٹے (اولاد)۔ سوائے اس شخص کے جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا"۔

الفاظ کے معانی

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا = اے میرے رب! تو مجھے حکمت عطا کر، اے میرے پروردگار! تو مجھے علم ودانش دے، رَبِّ = رَبّی، اے میرے رب + هَبْ = عطا کر، دے + لِيْ = میرے واسطے + هَبْ لِيْ = تو مجھے عطا کر + حُكْم = حکمت، صحیح فہم، دانائی، عقلمندی + وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ = اور تو مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے + وَ = اور + اَلْحِقْنِيْ = تو مجھے ملحق کردے، تو مجھے ملا دے، تو مجھے سنگت عطا کر + صَالِحِيْنَ = صالح (نیک) کی جمع + وَاجْعَلْ لِيْ = اور تو میرے لئے بنا دے + وَ = اور + اِجْعَلْ = بنا دے، کردے + لِيْ = میرے واسطے + لِسَانَ صِدْقٍ = صدق کی زبان، صداقت کی زبان مراد سچا ذکر + فِي الْاٰخِرِيْنَ = آخرینْ میں، بعد میں آنے والوں میں + فِيْ = میں + اٰخِرِيْنَ = آخر میں آنے والے لوگ + وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ = اور مجھے بنا دے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے + وَ = اور + اجْعَلْنِيْ = مجھے بنا دے + مِنْ = سے + وَرَثَةِ = وارث کی جمع + جَنَّةِ النَّعِيْمِ = نعمتوں والی جنت + نَعِيْم = نِعْمَةٌ (نعمت) کی جمع + وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ = اور مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے + وَ = اور + لَا تُخْزِنِيْ = تو مجھے رسوا نہ کرنا + يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ = وہ دن جب لوگ (زندہ کرکے) اٹھائے جائیں گے + يَوْم = دن + يُبْعَثُوْنَ = وہ سب (موت کے بعد) اٹھائے جائیں گے + يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ = جس دن نہ مال نفع دے گا نہ ہی بیٹے مراد اولاد + لَا يَنْفَعُ = وہ نفع نہیں دے گا، وہ فائدہ نہیں دے گا + مَالٌ = مال ودولت + وَ = اور + لَا = نہیں + بَنُوْنَ = اِبنٌ (بیٹا) کی جمع + اِلَّا = مگر + مَنْ اَتَى اللّٰهَ = جو شخص اللہ کے پاس آیا + مَنْ = جو شخص + اَتٰى = وہ آیا، وہ حاضر ہوا + بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ = قلب سلیم کے ساتھ، خیر اور سلامتی والا دل مراد پاکیزگی اور نیکی کا حامل دل + بِ = ساتھ + قَلْب = دل + سَلِيْم = سلامتی والا، اطاعت اور نیکی کو قبول کرنے والا۔

پاکیزگی رکھنے والا دل

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس دعا میں خداتعالیٰ سے حکمت اور نیک لوگوں کی رفاقت ومعیت کے لئے خواہش کی تھی۔

(۲) انہوں نے بعد میں آنے والوں میں اپنی تمام سچی باتوں کی برقراری کی بھی دعا کی۔

(۳) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں نعمتوں والی جنت کا بھی وارث بنادے۔

(۴) اپنی اس دعا میں انہوں نے یہ بھی درخواست کی کہ روز حشر انہیں رسوا نہ کیا جائے۔

بنیادی نکات

حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعا بڑی ہی اثر انگیز اور خیال پرور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ربّ سے کون سی نعمتوں کے طالب تھے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے حکمت یعنی علم ودانش اور معاملہ فہمی کو مانگا اور بعد ازاں انہوں نے دوسری نعمتوں دنیا اورآخرت میں صالحین کی رفاقت، متاخرین میں اپنے ذکر خیر اور بے شمار نعمتوں کی حامل جنت کی وراثت کے لئے بارگاہ خداوندی میں التجا کی تھی۔ اشیاء اور معاملات کا صحیح فہم اور دانش مندی بلاشبہ حکمت کی آئینہ دار ہے۔ اس لحاظ سے یہ ساری طلب کردہ نعمتیں دنیا اور آخرت کی زندگی کو خوشگوار بنانے والی ہیں۔

اس حکیمانہ دعا میں انہوں نے اپنے خالق، مالک اور معبود حقیقی سے یہ بھی التجا کی کہ وہ انہیں حشر کے دن رسوائی سے بچالے جس وقت کہ وہاں مال اور اولاد بھی انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاسکیں گے۔ اس دن انسان کے ذاتی نیک اعمال اور قلب سلیم ہی نفع بخش ہوں گے۔ جب انبیائے کرامؑ کے لئے حشر کے دن ذاتی دولت اور اولاد

کام نہ آئیں گے تو پھر ہم جیسے گناہگار اور عاجز انسانوں کا وہاں کیا حال ہوگا ۔صرف نیک اعمال پر تکیہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہی کی بدولت ہم جنت میں جاسکیں گے ۔ خدا تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں اپنے فضل وکرم سے دنیا میں نوازتا رہے اور آخرت میں بھی وہی ہمارا مددگار ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ہ

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ہ

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ہ

(الصافات ۳۷:۱۰۰۔۹۹)

اور اس (ابراہیم) نے کہا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں (اپنے وطن کو چھوڑ کر خدا کی راہ میں ہجرت کرنے لگا ہوں)۔میرا رب ہی میری راہ نمائی کرے گا۔ (پھر اس نے دعا کی):۔

”اے رب ! تو مجھے بیٹا عطا کر جو نیکوں میں سے ہو“۔پس ہم (اللہ) نے اس کو ایک حلیم (بردبار،نرم دل) لڑکے کی خوشخبری دی ۔

دعا

رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ہ

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبِّ (رَبِّیْ) =اے میرے رب ،اے میرے پالنہار ،اے میرے پروردگار + هَبْ لِیْ = مجھے عطا کر (بیٹا)+هَبْ =تو (اے اللہ) عطا کر+لِیْ =میرے لئے + مِنَ الصّٰلِحِیْنَ =نیکوں میں سے ،نیک انسانوں میں سے (یعنی نیک بیٹا)+مِنْ =سے +

صَالِحِیۡنَ =صالح (نیک) کی جمع +فَبَشَّرۡنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیۡمٍ =پس ہم نے اسے خوشخبری دی ایک حلیم بیٹے کی۔

دو آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت ابراہیمؑ نے اپنے وطن (عراق) کو چھوڑنے کا ارادہ کیا۔

(۲) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں ایک نیک اور بردبار بیٹا عطا کرے۔

بنیادی نکات

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو تبلیغ حق کرنے کی پاداش میں آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث بن گئی اور اس طرح خدا تعالیٰ نے ان کی جان بچالی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے اپنے وطن (عراق) کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کا ارادہ کرلیا۔ اس وقت انہوں نے اپنے پروردگار سے یہ دعا کی کہ وہ انہیں ایک صالح اور حلیم (بردباری) کی صفت کا مالک بیٹا عطا کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل ان کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اس خلیل (دوست) کی دعا قبول فرمائی اور انہیں بڑھاپے میں حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت سے نوازا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

رَبَّنَا عَلَیۡکَ تَوَکَّلۡنَا وَاِلَیۡکَ اَنَبۡنَا وَاِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ ۝

رَبَّنَا لَا تَجۡعَلۡنَا فِتۡنَةً لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَاغۡفِرۡلَنَا رَبَّنَا اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝

(الممتحنہ ۶۰: ۴-۵)

"اے ہمارے رب! ہم نے تیرے ہی اوپر توکل کیا اور تیری ہی جانب ہم

نے رجوع کیا اور تیرے ہی حضور میں ہمیں لوٹ کر آنا ہے ۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں کافروں کے لئے فتنہ نہ بنا (ہمیں کفار کے ظلم و ستم سہنے کی آزمائش میں نہ ڈال)۔اور اے ہمارے رب! تو ہمیں معاف فرما (ساری کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر کر) ۔بے شک تو ہی زبردست حکمت والا ہے"۔

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبَّنَا =اے ہمارے رب ،اے ہمارے پروردگار+عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا =تجھ پر ہم نے توکل کیا ،تجھ پر ہم نے بھروسہ کیا +عَلَيْكَ =تجھ پر+تَوَكَّلْنَا=ہم نے توکل کیا، ہم نے بھروسہ کیا +وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا =اور تیری طرف ہم نے رجوع کیا +وَ =اور +اِلَيْكَ =تیری طرف + اَنَبْنَا =ہم نے رجوع کیا +وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ =اور تیری طرف (ہمارا) ٹھکانہ ہے+وَ=اور+اِلَيْكَ = تیری جانب+مَصِيْر =ٹھکانہ+رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً =اے ہمارے رب !تو ہمیں آزمائش (فتنہ) نہ بنا+لَا تَجْعَلْنَا =تو ہم کو نہ بنا+فِتْنَةِ=آزمائش+لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْ=ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا ،کافروں کے لئے +لِلَّذِيْنَ =ان لوگوں کے لئے +كَفَرُوْ =انہوں نے کفر کیا + وَاغْفِرْلَنَا =اور تو ہم کو بخش دے،تو ہمیں معاف کردے (تو ہماری لغزشوں کو معاف کردے)+لَنَا = ہمارے لئے+اِنَّكَ =بے شک تو +عَزِيْزُ =غالب ،زبردست + حَكِيْمَ =حکمت والا +

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنی اس دعا میں خدا پر اپنے توکل کرنے کا اظہار کیا ہے۔

(۲) انہوں نے اپنے اس عقیدے کو بیان کیا ہے کہ انہیں مرنے کے بعد خدا کے حضور واپس جانا ہوگا۔

(۳) انہوں نے دعا کی کہ خدا تعالیٰ ظالم لوگوں کیلئے ہم کو آزمائش کا ذریعہ نہ بنائے۔

(۴) انہوں نے زبردست اور حکمت والے رب سے اپنی کوتاہیوں کی معافی بھی طلب کی تھی۔

بنیادی نکات

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اہل ایمان پیروکاروں کے ساتھ یہ دعا کرنے سے پہلے اپنی کافر قوم کے لوگوں کو یہ بتایا کہ وہ ان کے کفر اور شرک سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے ہیں۔ان توحید پرستوں نے بتوں کے پجاریوں کو بت پرستی سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر وہ کسی طرح راہ راست پر آنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔اس موقع پر اللہ کے اس عالی مرتبہ نبی اور اس کے دوست (خلیل اللہ) یعنی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے مومن ساتھیوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ توحید کے یہ دیوانے صرف اسی کی ذات پر تکیہ کئے ہوئے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔اپنے ان دعائیہ کلمات میں انہوں نے اپنے رب سے یہ بھی التجا کی کہ وہ کفار کو ان پر غلبہ عطا نہ کرے اور نہ ہی ان کے ظلم وستم کا نشانہ بننے دے۔مزید برآں انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنی ان لغزشوں اور کوتاہیوں کی معافی بھی مانگی جو اس معرکہ حق وباطل اور تبلیغ اسلام میں ان سے سرزد ہوئی ہوں۔

حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی دعا

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ (الاعراف ۷:۲۳)

ان دونوں (آدمؑ اور حواؑ) نے عرض کیا۔

”اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔اور اگر تو ہم سے درگذر کرے (ہمیں نہ بخشے) اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے“۔

الفاظ کے معانی

قَالَا =ان دونوں (آدمؑ اور حوا)نے کہا +رَبَّنَا =اے ہمارے رب !+ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا =ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا +ظَلَمْنَآ=ہم نے ظلم کیا +اَنْفُسَنَا =ہمارے اَنْفُسٌ ،ہماری جانیں+اَنْفُسٌ =نَفْسٌ (جان)کی جمع +وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا = اور اگر تو (اللہ) ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا +وَ=اور اِنْ =اگر لَمْ =نہیں +لَمْ تَغْفِر=تو نے نہ بخشا، تو نہیں بخشے گا ،(مراد تو ہماری کوتاہیوں سے درگزر نہ کرے گا)+لَنَا =ہمارے لئے +لَمْ تَرْحَمْنَا =تو رحم نہیں کرے گا +لَنَكُوْنَنَّ =ہم ضرور ہو جائیں گے +مِنَ الْخٰسِرِيْنَ=خسارہ پانے والوں میں سے ،نقصان اٹھانے والوں میں سے۔

آیت کا خلاصہ

(۱) آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی نے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا تھا کہ ابلیس کے بہکاوے میں آ کر انہوں نے آپ ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

(۲) اس اقرار لغزش کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے معافی اور رحم کے طلب گار بنے تھے۔

(۳) انہوں نے یہ بھی مانا کہ خدا کے رحم کے بغیر وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

بنیادی نکات

حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ وہ جنت میں جہاں چاہیں رہیں اور جو چاہیں کھائیں ۔ان کو یہ تنبیہ کی گئی تھی کہ وہ جنت کے ایک درخت کے قریب نہ جائیں ۔ابلیس نے خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے آدمؑ کو سجدہ نہ کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے مردود اقرار دے کر جنت سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔

ابلیس نے یہ چاہا کہ حضرت آدمؑ اوران کی بیوی بھی جنت میں نہ رہیں۔ چنانچہ اپنے اس ابلیسی منصوبے کو بروئے کار لانے کے لئے اس نے ان دونوں کو پھسلایا اور یہ کہا کہ اس درخت کا پھل کھانے سے تمہیں ہمیشہ کی زندگی مل جائے گی۔

وہ دونوں اس کے بہکاوے میں آگئے اور انہوں نے اس درخت کا پھل چکھ لیا۔خدا تعالیٰ نے ان کی اس نافرمانی کو پسند نہ کرتے ہوئے۔ انہیں بھی جنت سے اتر جانے کا حکم دیا۔اپنی اس لغزش اور خطا کا شدید احساس کرتے ہوئے حضرت آدمؑ اور ان کی بیوی نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی اس خطا کو اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مترادف سمجھا اور اس سے معافی طلب کی ۔ انہوں نے آہ وزاری کرتے ہوئے خداتعالیٰ سے بخشش مانگی اور یہ بھی کہا کہ اگر انہیں معاف نہ کیا گیا تو وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

آدمؑ اور حوا نے تو اپنی خطا اور لغزش کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ واستغفار کا طریقہ اختیار کیا مگر ابلیس نے اپنے فعل پر شرمندگی کا اظہار نہ کیا۔ معافی طلب کرنے کی بجائے اس نے اپنے فعل بد کے جواز میں عقل پرستی اور تکبر کی راہ اپنائی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ع ۶ (الانبیاء ۲۱:۸۳)

اور ایوبؑ کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا (دعا کی):۔

”بے شک مجھ پر تکلیف آپڑی ہے۔ (مجھے بیماری لگ گئی ہے)اور (اے اللہ)تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحیم ہے“۔

دعا

اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ؕ

دعا کے الفاظ کے معانی

اِذۡ نَادٰی رَبَّهٗۤ = جب اس (ایوبؑ) نے اپنے رب کو پکارا + اَنِّیۡ = بے شک مجھے + اِذۡ = جب + نَادٰی = اس نے پکارا + مَسَّنِیَ الضُّرُّ = تکلیف نے مجھے چھوا ہے، مجھے تکلیف (بیماری) ہوگئی ہے۔ یعنی مجھے بیماری لگ گئی ہے + وَاَنۡتَ = اور تو (اے اللہ) + اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ = سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے، سب رحیموں سے زیادہ رحیم ہے + اَرۡحَمُ = سب سے زیادہ رحیم + رَاحِمِیۡنَ = راحم (رحیم، مہربان) کی جمع +

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت ایوبؑ نے خدا تعالیٰ کی جناب میں اس بات کو بیان کیا کہ اسے بیماری لگ گئی ہے۔

(۲) انہوں نے خدا سے التجا کی کہ وہ ان کی حالت پر رحم کرے کیونکہ وہ سب سے زیادہ رحیم ہے۔

بنیادی نکات

حضرت ایوب علیہ السلام بنی اسرائیل (اولاد یعقوبؑ) کے انبیائے کرامؑ میں سے تھے۔ وہ عراق کے علاقہ نینوا (NINEVA) میں تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اکثر تذکرہ نگاروں کی رائے میں وہ حضرت موسیٰؑ کے بعد معبوث ہوئے اور ساری زندگی عراق ہی میں رشدوہدایت کا خدائی فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق جب انہیں ایک طویل اور صبر آزما بیماری میں مبتلا کیا گیا تو وہ بڑی استقامت اور صبر کے ساتھ اس سے متعلق تکالیف کو برداشت کرتے رہے۔ اس آزمائش میں نہ صرف انہیں

جسمانی تکلیف لاحق ہوئی بلکہ انہیں اپنی اولاد کی موت اور مال کے خسارے سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ان تمام مصائب اور آلام کے دور میں انہوں نے کبھی بھی کوئی شکایت نہ کی ۔انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہوئے اسی سے شفا اوراس کی رحمت کو طلب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آخرکار ان کے دور ابتلاوتکلیف کو دور کیا اور انہیں پہلے سے زیادہ مال ومتاع اوراولاد عطا کی ۔

اس دعا میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے تمام تکالیف ومشکلات کو خندہ پیشانی ،صبر وتحمل اورثابت قدمی سے برداشت کریں اور اپنی تمام مشکلات کے حل کے لئے صرف خدائے پاک کی رحمت اوراس کی مدد طلب کرتے رہیں۔"مرضی مولا ازهمه اولی"(مولا کی مرضی سب پرفوقیت رکھتی ہے) کے مصداق ہمیں بھی ہر حال میں خدا تعالیٰ کی مشیت کے آگے سرتسلیم خم کرنا چاہیے۔ اور صبر سے کام لینا ہوگا ۔قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔"وَاسْتَعِيْنُوْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃَ " (اورتم صبر اورصلوۃ کے ذریعے اللہ سے مدد مانگو)۔

رسول کریم ﷺ کی دعا

وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ہ

(المومنون۲۳:۱۱۸)

اور کہو (اے محمد ﷺ)

"اے میرے پروردگار !مجھے معاف کر اوررحم کر اورتو سب رحم کرنے والوں سے بہتر رحم کرنے والا ہے"۔

الفاظ کے معانی

وَقُلْ =اور (اے نبی ؐ) کہو +رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ =اے میرے رب !تو

معاف کردے اور رحم فرما + رَبِّ = رَبِّی ، اے میرے رب ! + اِغْفِرْ = تو معاف کردے ، تو پردہ پوشی کر ، تو مغفرت عطا کردے + وَ = اور + اِرْحَمْ = تو رحم کر + وَاَنْتَ = اور تو + خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ = سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے + رَاحِمِیْنَ = راحم (رحم کرنے والا) کی جمع +

آیت کا خلاصہ

(۱) ہادئ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحم طلب کریں۔

(۲) بلاشبہ اللہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

بنیادی نکات

ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ خدا تعالیٰ کے بعد بزرگ ترین ہستی تھے۔ وہ نہ صرف خود طہارت کا حسین پیکر اور صفائے باطن کے معلم تھے۔ بلکہ وہ دوسروں کے قلب ونظر کو بھی پاکیزہ بنانے پر مامور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار کمالات اور محاسن کا مالک بنادیا تھا۔ جس ذات کو خدا اور اس کے فرشتے خود صلوۃ وسلام کے تحفے بھیجتے ہیں وہ کس قدر پاکیزہ اور صالح تھی۔ ان تمام کمالات کے باوجود وہ اپنے خالق ومولا سے ہمیشہ استغفار طلب کرتے رہے۔ یہ صرف اظہار عاجزی و بندگی تھی ورنہ وہ تو بدرجہا معصوم و پاک تھے۔ یہ استغفار خدا تعالیٰ سے مزید انعامات واجر کے حصول کا ذریعہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے تمام انبیائے کرامؑ کو معصوم اور دیدہ ودانستہ کوتاہیوں سے پاک بنایا ہے۔ اگر کسی نبیؑ اور رسولؑ سے بھول کر اور کسی ارادے کے بغیر اچانک کوئی کوتاہی ہوگئی تو اس نے فورا اپنے رب سے معافی طلب کی جسے قبول کرلیا گیا۔ اسے گناہ قرار دینا بالکل غلط ہوگا۔ یہ تو محض انسانی کمزوری اور بندگی کی علامت ہے۔ انسانوں کو پاک

کرنے والے خدا کے یہ منتخب نیک بندے بھی پاک ہوتے تھے۔

محمد ﷺ کی دعا

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ
وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ
تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْرٌ ہ
تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ز وَتُخْرِجُ
الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَتَرْزُقُ مَنْ
تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ہ

(آل عمران ۳:۲۷۔۲۶)

تو (اے نبی ﷺ) کہہ دے۔

"اے اللہ، (اے) سلطنت کے مالک! جسے چاہے تو سلطنت عطا کرے اور جس سے چاہے تو سلطنت چھین لے اور جسے چاہے تو عزت بخشے اور جسے چاہے تو ذلیل کرے۔ سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے۔ اور زندہ میں سے بے جان کو نکالتا ہے۔ اوردن کو رات میں۔ اور تو مردہ میں سے جاندار کو نکالتا ہے۔ (پیدا کرتا ہے) اور جسے چاہے تو بے حساب رزق دیتا ہے۔"

الفاظ کے معانی

قُلْ = تو (اے نبی) کہدے، تم کہو، آپ کہدیں + اَللّٰھُمَّ = اے اللہ! مٰلِکَ الْمُلْکِ = ملک (سلطنت) کے مالک، بادشاہی کے مالک + مُلک = ملک سلطنت، بادشاہت + تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ = تو (اللہ) بادشاہی دیتا ہے جسے تو

چاہے+تُؤتِی =تو دیتا ہے+مَنْ تَشَآءُ =جسے تو چاہے+وَتَنزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ =اور تو (اللہ) بادشاہت چھین لیتا ہے جس سے تو چاہے+وَ=اور+تَنزِعُ =تو چھین لیتا ہے+مُلک =سلطنت ،بادشاہی + مِمَّنْ (مِنْ مَنْ)=جس سے+مِنْ =سے+مَنْ =جو +تَشَآءُ =تو چاہتا ہے+وَتُعِزُّمَنْ تَشَآءُ=اور تو(اللہ)عزت دیتا ہے۔ جسے تو چاہے +وَ =اور+تُعِزُّ =تو عزت دیتا ہے+مَنْ تَشَآءُ =جس کوتو چاہے+ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ =اورتو ذلیل کرتا ہے جسے تو چاہے+وَ = اور+تُذِلُّ =تو ذلیل کرتا ہے،تو ذلت دیتا ہے+مَنْ تَشَآءُ =جس کو تو چاہے+بِیَدِکَ الْخَیْرُ =تیرے ہاتھ میں ہر طرح کی بھلائی ہے+ بِیَدِکَ =تیرے ہاتھ میں+یَدٌ =ہاتھ+خَیْرٌ =بھلائی +اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ = بے شک تو ہر چیز قدرت رکھنے والا ہے+اِنَّکَ =بے شک تو +عَلٰی =اوپر،پر+ کُلِّ شَیْءٍ =ہر ایک چیز،ہر شے+قَدِیْرٌ =قادر،قدرت رکھنے والا + تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ = تو (اللہ)ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے+تُوْلِجُ =تو ہی داخل کرتا ہے+لَیْل =رات + فِیْ =میں +نَھَار =دن +وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ =اور تو (اللہ)ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے+وَ =اور+تُوْلِجُ =تو ہی داخل کرتا ہے+نَھَارَ =دن +فِی الَّیْلَ =رات میں + وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ =اورتو ہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے (یعنی پیدا کرتا ہے)+وَ =اور+تُخْرِجَ =تو ہی نکالتا (پیدا کرتا)ہے+حَیَّ =جاندار،ذی حیات+ مِنْ = سے+مَیِّتٌ =بے جان+ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَيِّ =اورتو ہی بے جان کو جاندار سے نکالتا (پیدا کرتا) ہے+وَ = اور+تُخْرِجُ =تو ہی نکالتا ہے+مَیِّتٌ =بے جان =مِنَ الْحَیِّ = جاندار سے+ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ =اورتو ہی جسے چاہے رزق دیتا ہے+وَ =اور+تَرْزُقُ = تو ہی رزق دیتا ہے+مَنْ تَشَآءُ =جس کوتو چاہے۔

آیات کا خلاصہ

(۱) اللہ تعالیٰ جسے چاہے سلطنت اور حکومت عطا کرتا ہے اور وہ جس سے چاہے، اس سے چھین لیتا ہے۔

(۲) وہ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت سے دوچار کردے۔

(۳) اس کے قبضہ قدرت میں ہر طرح کی خیر ہے کیونکہ وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

(۴) رات کو دن میں اور دن کو رات میں تبدیل کرنے کا وہی کلی اختیار رکھتا ہے۔

(۵) خدا کی ذات بابرکات ہی بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو نکالنے کی مکمل قدرت کی حامل ہے۔

(۶) اس کی مرضی ہے وہ جسے چاہے بے حساب رزق دے۔ کوئی اس سے اس کی وجہ دریافت نہیں کرسکتا۔

بنیادی نکات

اس دعا میں چند بے حد اہم باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس وسیع کائنات کے کاموں کو اپنی مشیت کے مطابق چلا رہا ہے۔ اس کو یہ کلی اختیار ہے۔ کہ وہ جس طرح چاہے یہاں تبدیلیاں رونما کرے۔ کوئی اس سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ وہ ایسا کیوں کررہا ہے۔ اپنی بنائی ہوئی اس کائنات کو وہ اپنے خاص اصولوں کے مطابق چلا رہا ہے۔ انسانوں کو عزت و ذلت دینا اس کے ہاتھ میں ہے۔ سلطنتوں کے عروج وزوال، موت، حیات اور شب وروز کے تغیرات پر اس کا پورا پورا کنٹرول ہے۔ ان تمام تبدیلیوں کی اصل غرض وغایت کو صرف وہی صحیح طور پر جانتا ہے۔ ہم محدود اور ناقص علم اور طاقت رکھنے والے انسان اس کی حکمتوں اور اسرار کو کماحقہ کیسے جان سکتے ہیں؟ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم رزق عطا کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

اس دعا سے ہرگز یہ مطلب نہ لیا جائے کہ یہ کائنات کسی نظم وضبط اور لگے بندھے اصولوں کے مطابق نہیں چل رہی اور ہم مکمل طور پر یہاں بے اختیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی مشیت سے خاص انداز میں رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔اس نے ہی ہمیں یہاں اپنا نائب (خلیفہ) بنایا ہے۔تاکہ ہم اس کے احکام کے مطابق یہاں زندگی گزاریں اوراس کی عطا کردہ مختلف نعمتوں سے فیض یاب ہوں اور گمراہوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے رہیں۔جب ہم اس کے مقررہ اصولوں سے انحراف کریں گے۔تو پھر وہ ہمیں ان کے متعینہ نتائج دے گا۔ یوں ہم خود ہی اپنی زندگی کو خوشگوار یا ناخوشگوار بناتے رہیں گے۔اگر ہم عزت واحترام دینے والے خدائی ضابطوں پر عمل کریں گے تو پھر خدا ہمیں ان کا مستحق بنا دے گا۔اور اس کے برعکس اگر ہم خود ہی ذلت پانے والے کام کریں گے تو پھر ہمیں ذلت مل جائے گی۔خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے :ان اللہ لا یغیرمابقوم حتی یغیروا ما بانفسھم ۔(بے شک اللہ کسی قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جب تک اس قوم کے افراد پہلے خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کریں)۔

خدا تعالیٰ خالق کائنات ہونے کی حیثیت سے اپنے تخلیقی طریقہ کار کو شب وروز کی تبدیلیوں کا بھی اپنی مشیت کے مطابق سبب بناتا ہے۔ہم ہر روز لیل ونہار کی نیرنگیوں کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں تاکہ ہم خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ میں کامل یقین رکھیں اوراس کی معجزہ نمائی کی بھی تصدیق کرسکیں۔علاوہ ازیں بے جان اشیاء سے جانداروں کی آفرینش کرنا اور جاندار شے کو مردہ شے میں تبدیل کرنا بھی اس کی قدرت کاملہ کا واضح ثبوت ہے۔موت وحیات کا حیرت انگیز کارنامہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اپنی مشیت کو ہمیشہ غالب ونافذ کرنے پر قادر ہے۔ جہاں تک رزق کی کمی اور بیشی کا تعلق ہے۔خدا تعالیٰ نے تمام دیدنی اور نادیدنی جہانوں میں اپنی تمام مخلوقات کی

روزی رسانی کا ایمان افروز نظام بنا رکھا ہے ۔ یہ تمام کائنات اصل میں خدا تعالیٰ کی لاتعداد اور گوناگوں نعمتوں پر مشتمل وسیع دسترخوان ہے ۔ اگر چالاک اور طاقتور لوگ اس پر چھینا جھپٹی کرتے ہیں تو اس میں قدرت کو ہدف تنقید نہیں بنایا جاسکتا ۔ خدا نے تو مخلوقات کا رزق ہر طرف پھیلا دیا ہے ۔ تاکہ انسانوں کے علاوہ جن، حیوانات اور پرندے وغیرہ بھی اس سے فیض یاب ہوں۔ رزق کی کثرت اور قلت دونوں انسانوں کے لئے ذریعہ آزمائش ہیں۔ اگر کسی کو زیادہ رزق عطا کیا گیا ہے ۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ خدا اس پر مہربان ہے کیونکہ وہ رزق امیروں اور منکرین خدا کے لئے آزمائش بھی ہوسکتا ہے ۔ اس طرح اگر کسی کو رزق کم ملا ہے تو یہ لازمی نہیں کہ ایسا بطور سزا کیا گیا ہے ۔ یہ بھی خدائی آزمائش کی شکل ہوسکتی ہے ۔ اس کی حکمت کو خدا خود بخوبی جانتا ہے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

محمد ﷺ کی دعا

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝

(بنی اسرائیل ۱۷:۸۰)

اور (اے نبی ﷺ) تم کہو (دعا کرو):۔
”اے میرے پروردگار! مجھے صدق کے ساتھ (مدینے میں) داخل کیجئے اور صدق کے ساتھ (مکہ سے) نکالئے ۔ اور اپنے پاس سے میرے لئے غلبہ وقوت (حکومت) کو مددگار بنایئے“۔

الفاظ کے معانی

وَقُلْ رَّبِّ =اور کہہ دے اے میرے رب !وَ=اور +قُلْ =تو کہہ دے + رَبِّ (رَبِّیْ) =اے میرے رب ،اے مجھے پالنے والے +اَدْخِلْنِیْ =تو مجھے داخل کردے + مُدْخَلَ صِدْقٍ =صدق کا داخلہ +صِدْقٍ =صداقت ،سچائی +وَاَخْرِجْنِیْ =اور مجھے خارج کر، اور مجھے نکال دے +مُخْرَجَ صِدْقٍ =صدق (سچائی) کا خروج +وَاجْعَلْ لِّیْ =اور بنا دے میرے لئے +وَ=اور +اِجْعَلْ =تو بنادے ،تو کردے +مِنْ لَّدُنْکَ =اپنی بارگاہ سے ،اپنے پاس سے ،اپنی جناب سے +مِنْ =سے+لَدُنْ =حضور ،جناب ، پاس +سُلْطَانًا نَّصِیْرًا = مددگار غلبہ وقوت +سُلْطَانَ =غلبہ ،قوت ،طاقت +نَصِیْر = نصرت کا سبب ،مددگار

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اس دعا میں صدق کے ساتھ داخل ہونے اور باہر نکلنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی گئی تھی۔

(۲) علاوہ ازیں اس دعا میں غلبہ وحکومت کے حصول کے ذریعہ اللہ سے دعا مانگی گئی تھی۔

بنیادی نکات

حضور ﷺ کو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ کسی جگہ سے روانہ ہونے اور کسی دوسری جگہ وارد ہونے کے وقت خدا تعالیٰ سے صدق وصفائی طلب کریں۔علاوہ ازیں انہیں یہ بھی کہا گیا کہ وہ کٹھن اور نازک حالات میں اپنے خدا ہی سے غلبہ وطاقت کے لے مدد مانگیں۔

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں حضورؐ اوران کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی زندگیاں اجیرن کروی گئیں تو مسلمان ہجرت پر مجبور ہوگئے ۔ نبی اکرمؐ خود بھی خدا تعالیٰ کے حکم مطابق مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ روانہ ہوگئے ۔ظلم وستم کے اس دور

کے بعد حضور ﷺ کو مدینہ منورہ میں آہستہ آہستہ غلبہ حاصل ہوتا گیا۔ ان حالات ہجرت میں انہیں خدا تعالیٰ سے یہ دعا مانگنے کی تلقین کی گئی تھی۔

محمد ﷺ کی دعا

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا ہ

(طہ ۲۰:۱۱۴)

اور (اے نبیؐ) تم کہو (دعا کرو):۔

''اے میرے پروردگار! مجھے اور زیادہ علم عطا کر''۔

الفاظ کے معانی

وَقُلْ = اور تو کہہ دے، اور (اے نبیؐ) تم کہو + وَ = اور + قُلْ = تو کہدے، تم کہو + رَبِّ (رَبِّی) = اے میرے رب، اے میرے پروردگار + زِدْنِیْ = تو میرے لئے اضافہ کردے، تو میرے لئے زیادہ کردے + عِلْمًا = علم، معلومات۔

آیت کا خلاصہ

(رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ وہ ان کے علم میں اضافہ کردے۔

بنیادی نکات

یہ دعا اگرچہ چند الفاظ کا مجموعہ ہونے کے لحاظ سے مختصر ترین ہے تاہم یہ بہت سے حقائق اور اہم امور کی حامل ہے۔ حضورؐ سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے پروردگار سے اضافہ علم کیلئے دعا کیا کریں۔ ایک طرف تو اس میں علم کے حصول، اس کی اہمیت وافادیت کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور دوسری طرف اس میں علم کی وسعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ہمارا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اس پیارے اور عظیم ترین نبیؐ کو جتنا چاہا علم عطا کیا یعنی انہیں بہت زیادہ علم غیب دیا۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی عطائے

خاص تھی ۔ اس کثرت علم کے باوجود وہ اپنے علم میں اضافہ کی دعا کیا کرتے تھے ۔ ان کی ہمیشہ یہ بھی خواہش اوردعا تھی ۔ اَللّٰھُمَّ اَدِنِیَ الْاَ شْیَاءَ کَمَاھِیَ ۔(اے اللہ !تو مجھے اشیاء کی حقیقت دکھا دے)آپ کا ایک ارشادگرامی یہ بھی تھا۔اُطْلُبوا لعلم مِنَ الْمَھدِ اِلَی الَّحدِ (تم پنگوڑے سے لے کر قبر تک علم طلب کرو)۔موجودہ دور میں امت مسلمہ کواس طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

محمد ﷺ کی دعا

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ہ
وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ہ

(المومنون۲۳:۹۸۔۹۷)

اور (اے محمدؐ) کہو(دعا کرو):۔

''اے پروردگار !میں شیطانوں کی اکساہٹوں (برائی کی ترغیبات)سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اورمیں اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں ۔(انہیں میرے پاس نہ آنے دے)''۔

الفاظ کے معانی

رَبِّ =رَبِّیْ ،اے میرے رب +وَقُلْ =اورتم کہو+اَعُوْذُبِکَ =میں تیری پناہ مانگتا ہوں +اَعُوْذُ=میں پناہ مانگتاہوں +مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنَ =شیطانوں کی اکساہٹوں (برائی کی ترغیبات)سے+مِنْ =سے+ھَمَزَات =شَیَاطِیْنَ =شیطان کی جمع +وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ =اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ (شیاطین)حاضر ہو جائیں (یعنی میں نہیں چاہتا کہ وہ شیطان مرنے پاس آجائیں)+اَعُوْذُبِکَ=میں تیری پناہ میں آتا ہوں ،میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں+اِنْ یَّحْضُرُوْنَ =یہ کہ وہ (شیاطین)

آموجود ہوں میرے پاس + اَنْ = یہ کہ + یَحْضُرُوْنِ = وہ میرے پاس حاضر ہوں +

آیت کا خلاصہ

(۱) حضور ﷺ نے ان دعائیہ کلمات میں اپنے پروردگار سے یہ کہا ہے کہ وہ انہیں شیاطین کی ترغیبات سے اپنی پناہ میں رکھے۔

(۲) انہوں نے یہ بھی دعا کی کہ شیاطین ان کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔

بنیادی نکات

خدا تعالیٰ نے اپنی مشیئت اور اپنے تجویز شدہ پروگرام کے مطابق اس کائنات میں حق وباطل کی دو عظیم ترین قوتوں ......آدمؑ اور ابلیس ......کو پیدا کیا ہے۔ اس امر کی حکمتوں کو وہی ذات پاک بخوبی جانتی ہے۔ ہماری محدود اور ناقص عقل تخلیق کائنات کی اصل غرض وغایت کے تمام اسرار اور حقائق کو کلی طور پر سمجھنے سے قاصر ہے۔ حق اور باطل کے درمیان ازل ہی سے۔ معرکہ آرائی کا سلسلہ جاری ہے۔ بقول اقبال:۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

خالق ارض وسمٰوات نے حق کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ہر دور میں اپنے نیک اور پاک فطرت بندوں یعنی انبیاءؑ ورسلؑ کو بھیجا تھا تاکہ وہ انسانوں کو نیکی اور ہدایت کی دعوت دیتے رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ابلیس بھی لوگوں کو بدی اور گمراہی کی طرف بلاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو قیامت تک زندہ رہنے کی مہلت دے رکھی ہے اس لئے وہ ہر دور میں اپنے مریدوں کی تعداد میں اضافہ کرنے اور انہیں اپنے ساتھ دوزخ میں لے جانے کے لئے مصروف عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ہمیشہ انسانوں کا سخت اور واضح دشمن قرار دیتے ہوئے۔ اس کے شیطانی مکروفریب سے ہمیں باز رہنے کا حکم دیا

ہے۔حضورؐ اسی لئے ہمیشہ خدا تعالیٰ سے پناہ طلب کرتے رہے۔اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا تھا تاہم وہ اس لعین سے خود بھی محفوظ رہنے کے لئے خدا کی امداد اور پناہ مانگتے رہے۔انہوں نے اپنی ذات کی اس طرح تطہیر کی کہ شیطان ان کے قریب نہ آسکا۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ انہوں نے اس خبیث طاقت کو مسلمان بنادیا تھا۔ہمیں بھی در پردہ یہی تعلیم دی جارہی ہے کہ ہم خود شیطان سے بچنے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد بھی طلب کرتے رہیں۔علامہ اقبالؒ اس طرف ہماری توجہ مبذول کراتے ہوئے کہتے ہیں:۔

کشتن ابلیس کارے مشکل است
خوش تر آں باشد مسلما نش کنی

(ابلیس کو ہلاک کرنا مشکل کام ہے)
(بہتر تو یہی ہے کہ تو اسے (ابلیس) مسلمان بنالے)

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

هُنَا لِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ج قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ج اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ o

(آل عمران ۳:۳۸)

وہیں زکریا نے اپنے رب سے دعا کی۔اس نے کہا۔
"اے میرے رب! مجھے اپنے پاس (اپنی جناب) سے پاک (نیک) اولاد عطا کر۔بے شک تو دعا کو سننے والا ہے"۔

الفاظ کے معانی

هُنَالِكَ = وہیں، وہاں ہی + دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ = زکریاؑ نے اپنے رب سے

دعا کی ، زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا + دَعَا = دعا کی + رَبَّهٗ = اس کا رب + قَالَ = اس (زکریاؑ) نے کہا + رَبِّ هَبْ لِيْ = اے میرے رب ! مجھے عطا فرما + رَبِّ (رَبِّی) = اے میرے رب ! اے میرے پروردگار + هَبْ لِيْ = عطا کر میرے لئے + لِيْ = میرے لئے + مِنْ لَّدُنْكَ = اپنے پاس سے ، اپنی جناب سے + ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً = پاک ذریت ، پاک اولاد ، صالح اولاد + ذُرِّيَّةً = ذریت ، اولاد + طَيِّبَةً = پاک ، طیب ، صالح ، نیک + اِنَّكَ = بے شک تو + اِنَّ = بے شک + سَمِيْعُ الدُّعَآءِ = دعا کو سننے والا مراد دعا کو قبول کرنے والا + سَمِيْعَ = سننے والا ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت زکریاؑ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ وہ اسے نیک اولاد عطا کرے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرلی (اسے بڑھاپے میں بیٹا عطا کردیا)۔

بنیادی نکات

حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل (اولاد یعقوبؑ) کے ایک برگزیدہ پیغمبر تھے ۔ جب انہوں نے حضرت مریمؑ کے پاس عبادت گاہ میں بے موسم پھل دیکھے تو تعجب کیا کہ یہ اس کے پاس کیسے آگئے ہیں حضرت مریمؑ کو ان کی والدہ نے اپنی نذر پوری کرتے ہوئے عبادت گاہ کے لئے وقف کردیا تھا چنانچہ حضرت مریمؑ وہاں گوشہ نشین ہوکر مصروف عبادت ہوگئی تھیں۔ جب زکریاؑ نے مریمؑ سے پوچھا کہا اسے کون یہ بے موسم پھل دیتا ہے ۔ تو اس نے جواب دیا کہ میرے رب نے غیب سے اس کا انتظام کردیا ہے ۔ اس وقت زکریاؑ کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ بھی خدا تعالیٰ سے کیوں نہ اپنے بڑھاپے میں نیک اولاد کی پیدائش کی دعا کریں۔ ان کی مندرجہ بالا دعا کا یہ پس منظر بھی ذہن

نشین ہونا چاہیے۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں بڑھاپے میں ایک صالح بیٹا یعنی حضرت یحییٰؑ عطا کیا۔ اس نقطہ نگاہ سے حضرت یحییٰ کی پیدائش بھی ایک معجزہ تھی۔ خدا تعالیٰ کے تمام کام حکمت سے خالی نہیں۔ بقول شاعر:۔

جسے چاہا تو بنا دیا
تیری ذات جَلَّ جَلاَ لَهُ

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ ج صلے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ز وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ط وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝

(الانبیآء ۲۱:۹۰۔۸۹)

اور زکریاؑ (کو یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا:۔
”اے پروردگار! تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ (مجھے اولاد دے) اور تو سب سے بہتر وارث ہے“۔
پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لئے صلاحیت بخشی (بانجھ پن کے باوجود اولاد کے قابل بنادیا)۔ یہ لوگ نیک کاموں کو دوڑ دوڑ کرتے تھے اور ہمیں امید اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے۔ اور ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔

دعا کے الفاظ کے معانی

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ =جب اس نے اپنے رب کو پکارا +رَبِّ (رَبِّی)=اے میرے رب، اے میرے پروردگار +لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا =تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ +لاَ =نہیں +تَذَرْنِیْ =تو مجھے چھوڑ +فَرْدًا =فرد، اکیلا +وَاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ =اور تو سب سے بہتر وارث ہے + وَ=اور + اَنْتَ =تو +خَیْرُالْوٰرِثِیْنَ =سب سے بہتر وارث +خَیْرُ =بہتر، اچھا +وَارِثِین =وارث کی جمع۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ =پس ہم نے اس (زکریاؑ) کی دعا قبول کی +وَوَهَبْنَا لَهٗ =اور ہم نے اسے عطا کیا +وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ =اور ہم نے اس کی بیوی کو صلاحیت بخشی +اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ =بے شک وہ نیک کاموں میں جلدی کیا کرتے تھے +وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا= اور وہ ہمیں پکارتے تھے امید اور خوف کے ساتھ + وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ =اور وہ ہمارے آگے عاجزی کرنے والے تھے۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں بے اولاد نہ رہنے دے۔

(۲) انہوں نے ان دعائیہ الفاظ میں خدا تعالیٰ کو سب سے بہتر وارث قرار دیا تھا۔

بنیادی نکات

حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ کے والد اور حضرت عیسیٰؑ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ جب انہوں نے عبادت گاہ میں حضرت مریمؑ کو وقف عبادت دیکھا اور ان کے پاس بے موسم پھل پڑے پائے تو وہ بہت حیران ہوئے کہ یہ بے موسم پھل حضرت مریمؑ کو کہاں سے مل گئے ہیں۔ حضرت مریمؑ نے جواب دیا کہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے ہیں۔ یہ معجزہ دیکھ کر حضرت زکریاؑ کے دل میں بھی خدا تعالیٰ سے اپنے بڑھاپے

میں اولاد مانگنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس سے پہلے حضرت زکریاؑ اور ان کی بیوی دونوں ظاہری طور پر بڑھاپے میں اولاد کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اب وہ بھی خدا تعالیٰ سے معجزانہ طور پر اولاد کی دعا پر مائل ہوگئے۔ اس موقع پر حضرت زکریاؑ نے یہ دعا مانگی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کارخانہ کائنات اللہ تعالیٰ کے لگے بندھے اصولوں کے مطابق چل رہا ہے۔ یہاں علت و معلول کا سلسلہ پایا جاتا ہے۔ یعنی خاص اعمال خاص نتائج پیدا کرتے ہیں۔ ہر نتیجہ کا کوئی نہ کوئی معین سبب ہوا کرتا ہے۔ کبھی کبھی خدا تعالیٰ قادر مطلق ہونے کی وجہ سے ان قوانین فطرت میں اچانک غیر متوقع تبدیلی پیدا کردیتا ہے۔ جس کی مادی اور ظاہری وجہ معلوم نہیں ہوسکتی۔ عقل ایسے حیرت انگیز اور خلاف توقع واقعات کو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ ایسے واقعات کو معجزات کہا جاتا ہے۔ کسی میں یہ مجال ہے کہ وہ خالق کائنات سے یہ پوچھے کہ اس نے یہ معجزہ کیوں رونما کیا ہے؟۔ حضرت یحییٰؑ کی ولادت بھی ایسا ہی معجزہ تھی۔ عموماً بڑھاپے میں اولاد کی پیدائش نہیں ہوا کرتی یہی وجہ ہے اس معجزاتی ولادت یحییٰؑ سے قبل انہیں اولاد کی پیدائش کی کوئی توقع نہیں تھی۔ اس دعا میں اسی خدائی معجزے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز کے ساتھ یہی عرض کیا جاسکتا ہے:۔

جسے چاہا تو نے بنا دیا
تیری ذات جَلَّ جَلالَہٗ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ (النمل ۲۷:۱۹)

اور وہ (سلیمان) بولا (اس نے دعا کی):۔

"اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا ہے۔ اور میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر۔"

دعا

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ ......

......وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

"اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان (نعمت) کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کیا ہے ....اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل (شامل) کر۔"

الفاظ کے معانی

رَبِّ (رَبِّیْ)=اے میرے رب!+اَوْزِعْنِیْ =تو مجھے توفیق دے، تو مجھے قابو میں رکھ+اَنْ اَشْکُرَ = کہ میں تیرا شکر ادا کروں+نِعْمَتَکَ الَّتِیْ =تیری وہ نعمت، تیرا وہ احسان+ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ =تو نے مجھ کو نعمت دی، تو نے مجھ پر احسان کیا+ وَاَدْخِلْنِیْ =اور تو مجھے داخل کر، اور تو مجھے شامل کر+فِیْ =میں+عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ =تیرے نیک بندے، تیرے صالح بندے، تیرے نیک کار غلام+عِبَادِکَ =تیرے بندے، تیرے غلام+عِبَادُ=عَبْدٌ (غلام، بندہ) کی جمع+صَالِحِیْنَ =صالح (نیک انسان) کی جمع۔

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر ادا کرنے کی توفیق چاہی ہے۔ جو اس نے سلیمانؑ اور اس کے والدین پر کیا تھا۔

(۲) انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والے کاموں کی توفیق کی بھی درخواست کی تھی۔

(۳) اس کے علاوہ انہوں نے خدا سے یہ بھی دعا کی کہ وہ انہیں اپنی رحمت سے نیک لوگوں کے گروہ میں بھی شامل کردے۔

بنیادی نکات

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے اور انبیائے بنی اسرائیل کے عظیم الشان پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے والد اور انہیں علم، حکمت، حکومت اور دیگر نعمتوں سے نوازا تھا۔ حضرت سلیمانؑ کو خدائے رحیم و کریم نے جنوں اور ہوا پر بھی غلبہ دیا تھا۔ علاوہ ازیں وہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں بھی سمجھتے تھے۔

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ اپنے لشکر کے ساتھ چیونٹیوں کی ایک وادی سے گزر رہے تھے۔ چیونٹیوں کی ایک سردار چیونٹی نے باقی چیونٹیوں کو خبردار کیا کہ وہ اپنے بلوں میں گھس جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کے قدموں تلے ہلاک ہوجائیں۔ حضرت سلیمانؑ اس کی یہ بات سن کر مسکرائے اور اس وقت یہ دعائیہ کلمات کہے: انہوں نے اس نعمت کے لئے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہار تشکر کیا اور اس سے ایسے کاموں کے کرنے کی توفیق مانگی جن سے وہ خوش ہوجائے اور انہیں اپنے نیک بندوں میں شمار کرے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی دعا

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ٥

(الاعراف ۷:۸۹)

"اے ہمارے پروردگار! تو ہمارے (شعیبؑ اور ان کے پیروکار) اور ہماری قوم کے درمیان درست فیصلہ کردے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔

الفاظ کے معانی

رَبَّنَا =اے ہمارے رب !اے ہماری نشوونما کرنے والے+افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ تو (رب)حق کے ساتھ فیصلہ کردے ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان +رَبَّنَا افْتَحْ =اے ہمارے رب !تو فیصلہ کرے،تو(معاملہ)کھول دے مراد تو فیصلہ کردے+بَيْنَ =درمیان +بَيْنَنَا=ہمارے درمیان +قَوْمِنَا =ہماری قوم+ بَيْنَ قَوْمِنَا = ہماری قوم کے درمیان +بِالْحَقِّ =حق کے ساتھ ،انصاف کے ساتھ ،سچا +وَاَنْتَ =اورتو + خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ =تو (اللہ)سب سے بڑا فیصلہ کرنے والا ہے۔

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت شعیبؑ نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی تھی کہ وہ ان کی قوم اور ان کے پیروکاروں کے درمیان درست فیصلہ کردے۔

(۲) شعیبؑ نے اللہ جل شانہ کو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا تسلیم کیا۔

بنیادی نکات

حضرت شعیبؑ جلیل القدر پیغمبر تھے۔ وہ بنی اسرائیل کی نسل اور حضرت موسیٰؑ کے ہم عصر اوران کے سسر تھے۔

سابقہ انبیائے کرامؑ کی طرح انہوں نے بھی اپنی قوم کو خدا کی توحید اور اس کی تعلیمات پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔ دوسرے رسولوں اور پیغمبروں کی طرح انہیں بھی اپنی نافرمان اور بدکردار قوم کی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ان کی قوم نے انہیں یہ دھمکی دی کہ اگر حضرت شعیبؑ اوران کے ماننے والے اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے باز نہ آئے تو انہیں ملک بدر کردیا جائے گا۔حضرت شعیبؑ نے ان کی دھمکیوں اور مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مقدس مشن کو جاری رکھا اور خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ

خود ہی حق کے پرستاروں اور باطل پرستوں کے درمیان کوئی فیصلہ کر دے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا

قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ٥

(المآئدہ ۵:۱۱۴)

مریم کے بیٹے عیسیٰؑ نے دعا کی۔

"اے اللہ، ہمارے پروردگار! تو ہمارے لئے آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لئے عید (خوشی کا موقع) ہو اور ہمارے سب اگلے اور پچھلے لوگوں کے لئے بھی ہو اور یہ تیری طرف سے ایک نشانی بن جائے۔ اور تو ہمیں رزق عطا کر اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے"۔

الفاظ کے معانی

قَالَ = کہا + عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ = عیسیٰ ابن مریم، مریم کا بیٹا عیسیٰؑ + اِبْنَ = بیٹا + اَللّٰهُمَّ = اے اللہ! + رَبَّنَا = اے ہمارے رب، اے ہمارے پروردگار + اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً = ہم پر خوان اتار، ہمارے لئے دستر خوان نازل کر + اَنْزِلْ = نازل کر، اتار + عَلَيْنَا = ہم پر + مَآئِدَةً = دستر خوان (مراد خوان نعمت) + مِنَ السَّمَآءِ = آسمان سے + مِنَ = سے + سَمَآءَ = آسمان + تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا = ہمارے لئے عید ہو جائے + تَكُوْنُ = وہ ہو جائے، وہ ہو + لَنَا = ہمارے لئے + عِيْد = عید، خوشی، جو بار بار آئے + لِاَ وَّلِنَا وَاٰخِرِنَا = ہمارے اگلوں اور ہمارے پچھلوں کے لئے، ہمارے اولین اور ہمارے متاخرین کے واسطے + لِ = کے لئے + اَوَّل = پہلے آنے والا + آخِر = بعد میں آنے والا

+وَاٰیَةً =اور نشانی (ہو)+اٰیَةً = نشانی ، نشان +مِنکَ =تیری طرف سے +وَارْزُقْنَا =اور تو (اللہ) ہمیں رزق دے اور تو ہم کو روزی عطا کر+وَاَنْتَ =اور تو +خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ =سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا (مراد خدا تعالیٰ)۔

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ ان (اوران کے پیروکاروں) اور اگلے اور پچھلے لوگوں کے لئے آسمان سے ایک خوان نازل کرے۔

(۲) مقصد یہ تھا کہ خوان کا نزول باعث مسرت (عید) ہواور یہ ایک نشانی بن جائے۔

(۳) اللہ تعالیٰ سے رزق عطا کرنے کی بھی دعا کی گئی تھی۔

(۴) اللہ تعالیٰ بلاشبہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

بنیادی نکات

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ ان کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ ان پر ایک خوان نعمت نازل کرے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے ایسا ہی کیا۔ ان کے ان پیروکاروں کا مقصد یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ یہ بھرا ہوا خوان اتار کر کے اسے ان کے لئے عید یعنی خوشی اور معجزہ بنا دے گا۔ اس طرح رزق کی یہ خدائی عطا ایک یادگار کے طور پر منائی جاتی رہے گی۔

مفسرین کے ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ یہ خوان نعمت ان پر اتارا گیا مگر جب ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی ناشکری اور نافرمانی کی تو اسے کچھ عرصہ کے بعد بند کردیا گیا تھا۔ دوسرے مکتب خیال کی رائے میں اسے نازل نہیں کیا گیا کیونکہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی وعید سے ڈر گئے تھے۔ اللہ یہ بہتر جانتا ہے کہ صحیح رائے کون سی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ ۖ

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ٥ (الاعراف ۷:۱۵۱)

اس (موسیٰ) نے کہا (دعا کی):۔

"اے میرے رب! تو مجھے اور میرے بھائی (ہارونؑ) کو معاف کردے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما۔ اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے"۔

الفاظ کے معانی

قَالَ =اس (مراد موسیٰ) نے کہا +رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ =اے میرے رب! تو بخش دے مجھے اور میرے بھائی (مراد ہارونؑ) کو، اے میرے پروردگار تو مجھے اور میرے بھائی کو معاف کردے +رَبِّ (رَبِّیْ)=اے میرے رب! +اِغْفِرْلِیْ =تو مجھے مغفرت عطا کر (مراد تو میری لغزشوں اور خطاؤں پر پردہ ڈال دے)+اَخِیْ =میرا بھائی +اَخ =بھائی +وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ =اور تو (اللہ) ہمیں اپنی رحمت میں داخل کرلے (تو ہم پر رحم فرما)+وَ =اور +اَدْخِلْنَا =ہم کو داخل کر +فِیْ =میں + رَحْمَتِکَ =تیری رحمت +وَاَنْتَ = اور تو +اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ =سب سے زیادہ رحم کرنے والا، تمام رحیموں سے زیادہ رحیم (مراد اللہ تعالیٰ)۔

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی کہ وہ اسے اور اس کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی کوتاہیوں اور خطاؤں کو معاف کردے۔

(۲) حضرت موسیٰؑ نے اپنی اس دعا میں خدا تعالیٰ سے رحم کرنے کی درخواست کی تھی۔

(۳) انہوں نے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ رحم کرنے والا مان کر ہی رحم کی التجا کی۔

بنیادی نکات۔

حضرت موسیٰؑ نے بحکم خداوندی بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوبؑ کو مصر کے ظالم اور کافر بادشاہ فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔ جب فرعون حضرت موسیٰؑ اور خدا تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے سامنے مجبور ہوگیا تو اس نے محکوم بنی اسرائیلیوں کو حضرت موسیٰؑ کے ہمراہ ملک مصر سے جانے پر رضا مندی ظاہر کی۔ جب موسیٰؑ اپنی مظلوم اور غلام قوم کو اس کی غلامی اور ظلم سے چھڑا کر کامیاب ہوگئے تو وہ ارض مقدس کی طرف سفر کرنے لگے۔ اسی سفر کے دوران جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو کوہ طور پر چالیس راتیں گزارنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنے پیچھے اپنے بڑے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا دیا۔ حضرت ہارونؑ کی ممانعت کے باوجود بنی اسرائیل کے چند نافرمانوں نے سامری کے بہکاوے میں آ کر سونے کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ واپس آ کر اپنے بھائی سے سخت ناراض ہوئے کہ اس نے انہیں کیوں گوسالہ پرستی سے نہیں روکا تھا۔ حضرت ہارونؑ نے جب اپنی مجبوری کی وضاحت کی تو پھر حضرت موسیٰؑ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اس موقع پر حضرت موسیٰؑ نے خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ وہ اسے اور اس کے بھائی کی کوتاہیوں اور خطاؤں کو معاف کر دے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ٥
وَاکْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ
اِلَیْکَ ٥ (الاعراف ۷: ۱۵۶-۱۵۵)

(موسیٰؑ نے دعا کی):۔

(اے میرے رب !)تو ہمارا سرپرست (تھامنے والا)ہے۔ پس تو ہمیں (موسیٰ اور اس کی قوم کے نافرمان لوگ)معاف کردے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بڑھ کر بخشنے والا (معاف کرنے والا)ہے ۔اور تو ہمارے لئے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ دے ،ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔"

الفاظ کے معانی

اَنۡتَ وَلِیُّنَا =تو (اللہ)ہی ہمارا ولی ہے،تو ہی ہمارا کارساز ہے ،تو ہی ہمارا مولا اور سرپرست ہے +اَنۡتَ =تو +وَلِیّ =کارساز،سرپرست +فَاغۡفِرۡلَنَا =پس تو ہمیں مغفرت عطا کر ،سو تو ہمارے عیبوں اور خامیوں پر پردہ ڈال دے تو ہمارے گناہوں کو معاف کردے+ وَارۡحَمۡنَا =اور تو (اللہ)ہم پر رحم کر +وَاَنۡتَ =اور تو+ خَیۡرُالۡغٰفِرِیۡنَ =سب سے زیادہ بخشنے والا ،سب سے زیادہ معاف کرنے والا ،سب سے زیادہ پردہ پوشی کرنے والا+ غَافِرِیۡنَ =غافر(معاف کرنے والا)کی جمع ،کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے والے+ وَاکۡتُبۡ لَنَا فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا حَسَنَةً =اور تو ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے (تو اس دنیا میں ہمیں بھلائی عطا کردے) +وَاکۡتُبۡ =اور تو لکھ دے +لَنَا =ہمارے واسطے +فِیۡ = میں +فِیۡ هٰذِهِ الدُّنۡیَا =اس دنیا میں +هٰذِهِ =یہ +حَسَنَةً =بھلائی +وَفِی الۡاٰخِرَةِ =اور آخرت میں +اِنَّا هُدۡنَآ اِلَیۡکَ =بلاشبہ ہم نے تیری طرف رجوع کیا +اِنَّا =بے شک ہم +اِلَیۡکَ = تیری جانب +

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ کو اپنا رب اور اپنا ولی تسلیم کرتے ہوئے ،اس سے یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے اور اس کی قوم کے نافرمان لوگوں کی غلطیوں اور خطاؤں سے درگزر کرے اور ان پر اپنا رحم بھی کرے۔

(۲) اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔

(۳) حضرت موسیٰؑ نے اپنی دعا میں یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ اس اور اس کی قوم کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی لکھ دے۔

(۴) حضرت موسیٰؑ نے اپنی اس دعا میں خدا ہی کو اپنا مرجع قرار دیا تھا۔

بنیادی نکات

حضرت موسیٰؑ فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوبؑ کی نسل کو لے کر ارض مقدس (فلسطین) کی طرف سفر پر روانہ ہوگئے تھے۔ مصر سے کوچ کرتے وقت بنی اسرائیل اپنے ساتھ اپنے زیورات بھی لے آئے تھے۔ ان کے ایک شرپسند ساتھی سامری نے ایک شیطانی منصوبہ بنایا کہ ان زیورات کو پگھلا کر کیوں نہ سونے کا ایک بچھڑا بنایا جائے تاکہ بنی اسرائیل اس کی پوجا کریں۔ لوگ اس کے بہکاوے میں آگئے اور انہوں نے اپنے زیورات سامری کے سپرد کردیے، حضرت موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں یہ واقعہ پیش آیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کوہ طور پر اللہ سے ملاقات کرنے اور وہاں چالیس راتوں تک عبادت میں مصروف رہنے کے لئے چلے گئے تھے۔ جب انہیں اپنی قوم کی اس شیطانیت کا علم ہوا تو وہ واپس آکر اپنے بھائی حضرت ہارونؑ سے کافی ناراض ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ اپنے ساتھ ان ستر (۷۰) افراد کو لے کر طور پر گئے جنہوں نے گوسالہ پرستی میں حصہ لیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ افراد بارگاہ خداوندی میں اپنے اس گناہ کی معافی چاہیں جب وہاں ان لوگوں کو سخت زلزلے نے پکڑا تو اس وقت حضرت موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ سے ان کے لئے بخشش چاہی اور یہ دعائیہ کلمات کہے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ٥

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

(یونس ۱۰: ۸۵-۸۴)

اور موسیٰ ؑ نے کہا۔"اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم (دل سے) فرمانبردار رہو"۔

انہوں نے (جواب میں) کہا۔

ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہے:۔اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا (ہم پر ان کا زور نہ آزما)۔اور تو ہمیں اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات دے۔

الفاظ کے معانی

وَقَالَ مُوْسٰى =اور کہا موسیٰؑ نے +وَ =اور +قَالَ =اس نے کہا +مُوْسٰى =موسیٰ + يٰقَوْمِ =اے میری قوم +اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ =اگر تم اللہ پرایمان لائے ہو+اِنْ =اگر + كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ =تم ایمان لائے ہو+بِاللّٰهِ =اللہ کے ساتھ مراد اللہ پر +فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا=پس (تو) تم اس پر توکل کرو،تو تم اس پر بھروسہ کرو+فَعَلَيْهِ =پس اس پر+اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ =اگر تم مسلمان ہو یعنی اگر تم فرمانبردار ہو (اگر تم اطاعت گزار ہو)+اِنْ =اگر+كُنْتُمْ =تم ہو+ مُّسْلِمِيْنَ =مسلم (اطاعت گزار) کی جمع ،مسلم کا لفظی مطلب ہے وہ جو اپنی مرضی کو چھوڑ کر اللہ کی مرضی کے سامنے آپ کو حوالے کر دے ،اللہ اوراس کے نبی کے احکام پر سر تسلیم خم کرنے والا ،اللہ کی مرضی کو چوں وچرا کے بغیر ماننے والا +فَقَالُوْ =پس (پھر) انہوں نے کہا +عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا =اللہ پر ہم نے توکل کیا ،ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا +عَلَى اللّٰهِ =اللہ پر +عَلٰى =پر+تَوَكَّلْنَا =ہم نے توکل کیا +رَبَّنَا =اے ہمارے رب ،اے ہمارے پروردگار+لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً =نہ بنا ہم کو فتنہ، ہم کو آزمائش نہ بنا +لَا تَجْعَلْنَا =ہم کو نہ بنا+لَا =نہیں +فِتْنَةً =فتنہ مراد

آزمائش +لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ =ظالموں کی قوم کے لئے +لَ=کے لئے ،کے واسطے +ظَالِمِيْنَ =ظالم کی جمع، ظالم لوگ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر اپنے توکل کا اقرار کیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان لوگوں کو ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنائے۔

(۲) انہوں نے اللہ سے یہ بھی دعا کی کہ وہ اپنی رحمت سے انہیں کافروں (کے مظالم) سے نجات دے۔

بنیادی نکات

حضرت موسیٰؑ نے اللہ پر ایمان لانے اور اپنی نبوت کے ماننے والوں کو تلقین کی کہ وہ مسلمان اور مومن ہونے کی حیثیت سے خدائے واحد پر ہی تکیہ کیا کریں۔انہوں نے اپنے پیغمبر کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اللہ سے دعا کی وہ انہیں ظالم لوگوں کے لئے تختہ مشق ستم نہ بنائے۔انہوں نے مزید دعا کی کہ خدا تعالیٰ انہیں ظالموں کے لئے باعث فتنہ نہ بنائے یعنی وہ ان کو دشمنوں سے مغلوب نہ ہونے دے۔خدا پرست ہونے کی وجہ سے انہوں نے کافر قوم کے مظالم سے نجات پانے کے لئے خداؑ کی رحمت طلب کی۔

تاریخ عالم اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ حق اور باطل کی قوتوں کے درمیان ہر دور میں معرکہ آرائی رہی ہے۔خدا کے پرستار ہمیشہ خدا تعالیٰ سے اس کی رحمت، امید فتح اور غلبہ حق طلب کرتے رہے۔اس کے برعکس باطل کے پجاری اپنے اسلحہ جات کی برتری،اپنی فوجوں کی کثرت اور اپنے مادی ذرائع کی قوت کے ساتھ ساتھ ابلیس کی طاقت وامداد پر بھروسہ کرتے رہے۔اس نقطہ نگاہ سے یہ حق وباطل کی رزم آرائی دراصل ادیت

روحانیت، حق اور باطل کی جنگ تھی۔خدا تعالیٰ کے پرستار ہمیشہ اپنی جنگی اور تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اپنے خالق ومالک کے توکل اور استعانت اور صبر وثبات کے پیکر بنے رہے۔آخرکار فتح مومنین کے مقدر ہی میں آئی۔حق پرست یہ نعرہ لگاتے رہے:۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ج رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ (یونس ۱۰:۸۸)

"اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت) سازوبرگ اور مال وزر دے رکھا ہے۔اے پروردگار اس کا مآل (نتیجہ) یہ ہے کہ تیرے راستے سے گمراہ کردیں اے پروردگار ان کے مال کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔"

الفاظ کے معانی

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَا =اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب!+اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ =بے شک تو نے دیا فرعون اور اس کے سرداروں کو+زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِى الدُّنْيَا =زینت اور مال دنیا میں+رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ =اے رب!تاکہ وہ تیرے راستے سے گمراہ کردیں+رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ =اے ہمارے رب!تو ان

کے اموال کو برباد کردے + وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ = اور تو ان کے دلوں کو سخت کردے + فَلَا یُؤْمِنُوْا = کہ وہ ایمان نہ لائیں + حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ = یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔

بنیادی نکات

(۱) حضرت موسیٰ ؑ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ اے مولا! تو نے فرعون اور اس کے امراء وسرداروں کو دنیا کی زیب وزینت کا سامان اور مال وزر دے رکھا ہے۔ وہ بہت سے انسانوں کو گمراہ کردیں گے۔ اس لئے تو ان کے مال وزر کو برباد کردے تاکہ وہ انسانوں کی گمراہی کا سبب نہ بنے۔

(۲) خدا تعالیٰ اپنی بہترین تدبیر اور حکمت کے مطابق اس کائنات کو چلا رہا ہے۔ روزی کی تقسیم کا انتظام بھی اس نے اپنی مشیت کے مطابق کیا ہوا ہے۔ خدا کے باغیوں کو جو مال وزر دیا جاتا ہے وہ کوئی انعام نہیں ہوتا بلکہ یہ ان کی آزمائش کے لئے ہوتا ہے۔ عام ظاہر بین اور کمزور اعتقاد رکھنے والے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ خدا ان سے خوش ہے اس لئے وہ بھی ان کی طرح مال ودولت کی پرستش اور باطل طرزِ حیات کے فریفتہ ہوجاتے ہیں۔ یہ انداز فکر ایسے لوگوں کی گمراہی کا باعث بن جایا کرتا ہے۔ اسی امر کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ ؑ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ظالم فرعون اور اس کے زیر پرست سرداروں کے مال ومنال کو غارت کردے تاکہ لوگ گمراہی کا شکار نہ ہوں۔
یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ نیک لوگوں کی مالی تنگدستی ان کے کسی غلط فعل کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ فقر وفاقہ کی یہ زندگی بھی آزمائش ہے۔ اصل میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ خدا کے نیک بندے ایسے پریشان کن مالی حالات میں کہیں راہ راست کو چھوڑنے پر مائل تو نہیں ہوجاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ۝

وَیَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ ۝

وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ ۝

یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۝ (طٰہٰ ۲۰:۲۸-۲۵)

اس (موسیٰؑ) نے عرض کیا:۔

''اے میرے رب! تو میرا سینہ کشادہ کر دے (مجھے ہمت عطا کر)۔

اور تو میرے لئے میرا کام (تبلیغ) آسان کر دے۔

اور تو میری زبان کی گرہ کھول دے (میری لکنت دور کر دے)۔

تا کہ لوگ میری بات (وعظ ونصیحت) سمجھ سکیں۔''

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ =اے میرے رب! تو میرے لئے کھول دے+رَبِّ (رَبِّیْ) = اے میرے رب، اے میرے پروردگار+اَشْرَحْ =تو کھول دے+لِی =میرے واسطے+صَدْرِیْ =میرا سینہ+وَیَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ =اورتو (اے اللہ) میرے لئے میرے کام (معاملہ) کو آسان کردے+وَ=اور+یَسِّر =تو آسان کردے+لِیْ =میرے لئے +اَمْرِیْ=میرا امر، میرا کام +وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ =اور تو کھول دے میرے زبان کی گرہ (مراد لکنت دور کردے) +وَ =اور+احْلُلْ =حل کردے (مراد دے کھول دے)+ عُقْدَۃً =گرہ+مِنْ : سے+لِسَانِیْ =میری لسان، میری زبان+یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ =وہ (لوگ) میرے قول کو سمجھ لیں، میری بات کو سمجھ سکیں+یَفْقَهُوْا =وہ سمجھتے ہیں، وہ سمجھ لیں+قَوْلِیْ = میرا قول، میری بات+

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے شرح صدر اور اپنے امور کی آسانیوں کے لئے دعا کی تھی۔

(۲) انہوں نے اپنے پروردگار سے یہ بھی دعا کی کہ وہ ان کی زبان کی لکنت کو دور کردے تا کہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکیں۔

بنیادی نکات

اس دعا کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ کو نبوت عطا کرنے کے لئے بلایا تو انہیں یہ حکم دیا کہ وہ فرعون کے پاس جا کر اسے کفر وسرکشی سے اور بنی اسرائیل (یعقوبؑ کی اولاد) پر ظلم کرنے سے روکیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں عصا اور ید بیضا (روشن ہاتھ) کے معجزے دیئے۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ جب اپنے عصا (لاٹھی) کو زمین پر پھینکتے تھے۔ تو وہ اژدہا بن جایا کرتا تھا۔ اور جب وہ اسے پکڑتے تو وہ دوبارہ عصا بن جاتا تھا۔

اسی طرح جب وہ اپنے ہاتھ کو بغل میں دبا کر باہر نکالتے تو اس میں چکا چوند روشنی پیدا ہوجاتی تھی یہ دو معجزے دیکھ کر انہیں فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا گیا۔ اس وقت حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ خدا تعالیٰ ان کو سینے کی کشادگی عطا فرمائے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ اللہ ان کو فراخ دلی، ہمت، جرات اور بلند حوصلہ دے تا کہ وہ فرعون جیسے جابر اور قاہر بادشاہ کے سامنے کلمہ حق بلند کرسکیں۔ شرح صدر کا دوسرا مفہوم اسرار وحقائق کا انکشاف بھی ہے۔ اس مشکل مشن کی ادائیگی کے لئے بھی انہوں نے باری تعالیٰ سے اس کو آسان بنانے کی درخواست کی تھی۔

اس دعا میں دو اور امور کے لئے بھی دعا کی گئی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کی زبان

میں لکنت تھی اس لئے وہ صاف طور پر بات نہیں کرسکتے تھے۔ اپنی اس کمزوری کو دور کروانے کے لئے بھی حضرت موسیٰ ؑ نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی۔ اگر ان کی زبان میں لکنت رہتی تو پھر وہ دربار فرعون میں اپنی تبلیغ کے مقدس مشن کو واضح انداز میں بیان نہیں کرسکتے تھے۔ یہی وجہ ہے انہوں نے لکنت (زبان کی گرہ) کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی دعا کی کہ ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو ان کا مددگار اورساتھی بنا دیا جائے تاکہ وہ بھی اس نیک مشن میں ان کی مدد کرتا رہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنے نبیؑ کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا اور حضرت ہارونؑ کو بھی نبوت سے سرفراز کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ ط اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُالرَّحِیْمُ o

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ o

(القصص ۲۸: ۱۷-۱۶)

اس (موسیٰ) نے (پھر) کہا:۔

”اے میرے رب! بے شک میں نے اپنے آپ پر ظلم کر ڈالا (ان کا مکا کھا کر ایک مصری اچانک ہلاک ہوگیا تھا) سوتو مجھے بخش دے (معاف کردے، درگزر فرما) تو خدا نے اس کو معاف کردیا۔ بے شک وہ (اللہ) درگزر کرنے والا مہربان ہے“۔

اس (موسیٰ ؑ) نے (پھر) کہا:۔

”اے میرے پروردگار! تو نے مجھ پر جو مہربانی کی ہے میں آئندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا“۔

دعا

رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ ۝

رَبِّ بِمَاۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ فَلَنۡ اَکُوۡنَ ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ ۝

الفاظ کے معانی

قَالَ =اس نے کہا +رَبِّ =رَبِّی ،اے میرے رب +اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ =بے شک میں نے ظلم کیا +اِنِّیۡ =بلاشبہ میں +ظَلَمۡتُ =میں نے ظلم کیا +نَفۡسِیۡ =میرا نفس ،میری جان +ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ =میں نے اپنی جان پر ظلم کیا +فَاغۡفِرۡلِیۡ =پس تو مجھے بخش دے ،سوتو مجھے معاف کردے ،پس تو میرے گناہ (غلطی وغیرہ) پر پردہ ڈال دے +رِبِّ =اے میرے رب ،اے میرے پروردگار +بِمَاۤ =جس چیز کے ساتھ +اَنۡعَمۡتَ =تو نے انعام کیا ،تو نے نعمت دی ،تو نے احسان کیا +عَلَیَّ =مجھ پر +فَلَنۡ اَکُوۡنَ =پس میں نہیں ہوں گا +اَکُوۡنَ = میں ہوجاؤں گا +ظَہِیۡرًا لِّلۡمُجۡرِمِیۡنَ =مجرموں کا مددگار +ظَہِیۡر =مددگار ،پشت پناہی کرنے والا+ مُجۡرِمِیۡنَ =مجرم کی جمع۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اس دعا میں یہ اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے (اپنی ایک نادانستہ لغزش کی بنا پر) اپنی جان پر ظلم کیا تھا۔

(۲) اپنی اس کوتاہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔

(۳) خدائے رحیم درگزر کرنے والا ہے۔

بنیادی نکات

قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ ؑ کی زندگی اور ان کی نبوت کے بارے میں بہت سی تفاصیل ملتی ہیں۔ تمام انبیائے بنی اسرائیل (حضرت یعقوبؑ کی نسل سے تعلق

رکھنے والے انبیاء) میں سے ان کے متعدد حالات وواقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن میں ان سے منسوب بہت سی دعاؤں کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔

اس دعا کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ فرعون کے محل میں پرورش پا کر جوان ہوئے تھے۔ ایک دن صبح کے وقت جب وہ بازار سے گزر رہے تھے۔ تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو جھگڑتے اور لڑتے دیکھا۔ ان میں سے ایک قبطی یعنی مصر کا اصل باشندہ تھا۔ اور دوسرے کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا یعنی وہ موسیٰ ؑ کا ہم نسل تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ کے اس ہم قوم نے حضرت موسیٰ ؑ سے امداد چاہی۔ انہوں نے اس قبطی کو گھونسا مارا جس سے وہ قبطی یعنی فرعون کا ہم قوم مر گیا۔ حضرت موسیٰ ؑ کو بڑا دکھ ہوا کیونکہ ان کی نیت اسے جان سے مارنے کی نہیں تھی۔ اس موقع کو نگاہ میں رکھتے ہوئے حضرت موسیٰ ؑ نے یہ دعا مانگی تھی۔ چونکہ یہ قتل نادانستہ اور غیر متوقع تھا اس لئے حضرت موسیٰ ؑ نے اسے اپنی جان پر ظلم کرنے کے مترادف خیال کیا اور خدا تعالیٰ سے اپنے اس فعل کی معافی چاہی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ٥

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ع (القصص ۲۸: ۲۱-۲۰)

اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا۔ اے موسیٰ بے شک (شہر کے) سردار تیرے بارے میں مشورے کر رہے ہیں۔

تا کہ وہ تجھے قتل کردیں (کیونکہ موسیٰ نے اس سے پہلے ایک مصری کو گھونسا مارا کراچانک ہلاک کردیا تھا) سو تو یہاں سے نکل جا۔ میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ موسیٰ وہاں سے ڈرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے کہ دیکھیں کیا ہوگا۔ (اس وقت) انہوں نے دعا کی:۔

"اے میرے پروردگار! تو مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے"۔

دعا

رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ٥

"اے میرے پروردگار! تو مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے"۔

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبِّ (رَبِّیْ) = اے میرے رب + نَجِّنِیْ = تو مجھے نجات دے + مِنْ = سے + قَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ = ظالم لوگ، ظلم کرنے والی قوم + قَوْم = گروہ، جماعت، افراد ملک کا مجموعہ، ایک ہی وطن کے باشندے + ظَالِمِیْنَ = ظالم کی جمع۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت موسیٰؑ نے اپنے پروردگار سے یہ دعا کی تھی کہ وہ انہیں ظالم لوگوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔

بنیادی نکات

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ جب ایک دن حضرت موسیٰؑ صبح کے وقت بازار سے گزر رہے تھے تو انہوں نے دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ ان میں سے ایک قبطی (فرعون کا ہم قوم مصری باشندہ) تھا اور دوسرا بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا۔ اس مظلوم اسرائیلی نے حضرت موسیٰ سے مدد چاہی چنانچہ انہوں نے قبطی کو ایک

گھونسا مارا جس سے وہ قبطی مر گیا۔ ایک ہمدرد انسان نے حضرت موسیٰؑ کو اطلاع دی کہ اس قتل کا انتقام لینے کے لئے شہر کے قبطی سردار تمہارے قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں اس وقت حضرت موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کہ کہ وہ ان ظالم قبطیوں سے اسے محفوظ رکھے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت موسیٰؑ مصر سے بھاگ گئے اور مدین میں چلے گئے جہاں حضرت شعیبؑ رہتے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کی دعا

فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ٥ (القصص ۲۸:۲۴)

اس (موسیٰ) نے ان (شعیبؑ کی دونوں بیٹیوں کے جانوروں) کو پانی پلا دیا۔
پھر وہ سائے (چھاؤں) کی طرف چلا گیا اور کہنے لگا:۔
"اے میرے رب! تو مجھ پر جو خیر بھی نازل کرے بے شک میں اس کا محتاج ہوں"۔

دعا

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ٥

دعا کے الفاظ کے معانی

فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰی =اس نے ان دونوں کے لئے پانی پلایا اور پھر چلا گیا + رَبِّ (رَبِّیْ) =اے میرے رب! +اِلَی الظِّلِّ =سایے کی طرف +اِنِّیْ =بے شک میں+ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ =جو کچھ بھی تو نے میری طرف (مجھ پر) نازل کیا ہے، اس کے لئے +لِمَآ = اس چیز کے لئے جو +اَنْزَلْتَ =تو نے نازل کی، تو نے اتاری +اِلَیَّ =میری طرف + مِنْ خَیْرٍ =بھلائی سے (یعنی نازل کردہ بھلائی) +فَقِیْرٌ =فقیر محتاج +

دعا کا خلاصہ

(۱) حضرت موسیٰؑ (جب وہ مصر سے مدین آگئے) نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ وہی اس کی حاجت کو خیر سے پورا کردے۔

بنیادی نکات

حضرت موسیٰؑ نے جب ایک قبطی (مصری) کو مصر میں گھونسا مار کر ہلا کر دیا تو پھر شہر کے قبطی سردار اپنے اس ہم قوم کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے منصوبہ بنانے لگے۔ ایک ہمدرد انسان نے آکر حضرت موسیٰؑ کو بتادیا کہ قبطی سردار تمہیں قتل کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰؑ فوراً مصر سے بھاگ کر مدین میں آگئے۔ وہ تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے مسافر کی حیثیت سے وہاں ایک کنوئیں کے پاس بیٹھ گئے۔ اس وقت لوگ اس کنوئیں پر اپنے جانوروں کو پانی پلارہے تھے وہاں دو لڑکیاں اپنے جانورں کے ساتھ الگ کھڑی ہوکر اپنی باری کا انتظار کررہی تھیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ازرہ ہمدری ان کے جانوروں کو پانی پلایا اور اس کے بعد وہ چھاؤں میں آکر دوبارہ بیٹھ گئے۔ اس تنہائی اور بھوک پیاس کی حالت میں انہوں نے خدا تعالیٰ سے غیبی امداد چاہی اور یہ دعائیہ الفاظ کہے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو فقیر قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس حاجت کو پورا کرنے کی التجا کی کیونکہ وہ بھوک پیاس اور تھکاوٹ سے چور ہوکر وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ظاہری طور پر اس وقت کوئی ان کا یارومددگار نہیں تھا۔ جو انہیں کھانے پینے اور اپنے ہاں ٹھہرانے کا بندوبست کرے۔ اس عالم بے چارگی میں انہوں نے خدا تعالیٰ سے خیر کا سامان پیدا کرنے کی یہ درخواست کی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ٥
اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ٥
رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا
وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ٥ ع

(نوح ۷۱: ۲۸-۲۶)

اور نوحؑ نے کہا (دعا کی):۔
"اے میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔
اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے اور ان کی آئندہ اولاد بدکار اور سخت کافر ہی ہوگی۔
اے میرے پروردگار! تو مجھے اور میرے ماں باپ اور میرے گھر میں داخل ہونے والے مومن اور سب اہل ایمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے (ان کی کوتاہیوں اور خطاؤں کو معاف کردے) اور ظالم لوگوں کیلئے اور زیادہ تباہی لا۔

الفاظ کے معانی

وَقَالَ نُوحٌ = اور نوح نے کہا + رَبِّ = اے میرے رب + لَا تَذَرْ = نہ چھوڑ + عَلَى الْأَرْضِ = زمین پر + مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا = کافروں میں سے بسنے والا گھر + كَافِرِيْنَ = کافر کی جمع، کفار + اِنَّكَ = بے شک تو + اِنْ تَذَرْهُمْ = اگر تو (اللہ) ان (کفار) کو چھوڑے گا + يُضِلُّوْا عِبَادَكَ = وہ (کفار) تیرے بندوں کو گمراہ کردیں گے + عِبَاد = عبد (بندہ، غلام) کی جمع + عِبَادَكَ = تیرے بندے، تیرے غلام + وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كُفَّارًا = اور وہ نہیں جنیں گے سوائے فاجر کافر (مراد ان کی آئندہ نسل

بدکار اور کافر ہی ہوگی)+ وَ =اور +لَا یَلِدُوْ =وہ پیدا نہیں کریں گے ،وہ نہیں جنیں گے +اِلَّا =مگر ،سوائے +فَاجِر =فسق وفجور کرنے والا ،بدکار +رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ =اے میرے رب !تو مجھے اور میرے والدین کو بخش دے (ہمارے گناہ اور قصور معاف کردے) +لِیْ =میرے لئے + لِوَالِدَیَّ =میرے والدین (ماں باپ)کے لئے +وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ =اور جو میرے گھر میں داخل ہوا +بَیْتِیَ =میرا گھر +مُؤْمِنًا =مومن کی حیثیت سے +وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ = اور مومنین اور مومنات کے لئے ،مومن مردوں اور صاحب ایمان عورتوں کے لئے +مُؤْمِنِیْنَ =مومن کی جمع +مُؤْمِنَاتَ =مومنہ کی جمع +وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا =اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لئے مگر تباہی (یعنی ظالموں کے لئے زیادہ تباہی لا)+وَلَا تَزِدْ =اور زیادہ نہ کر+ظَالِمِیْنَ =ظالم کی جمع +تبارا =تباہی ،ہلاکت ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ان جلالی الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ وہ کفار کو زمین پر زندہ نہ رکھے۔

(۲) ان کی رائے میں کفار نیک بندوں کو گمراہ کریں گے اوران کی آئندہ نسل بھی بدکار اور کافر ہوگی ۔

(۳) انہوں نے اپنے ،اپنے والدین اور سب اہل ایمان کے لئے مغفرت (معافی) کی بھی دعا کی تھی ۔

بنیادی نکات

حضرت نوحؑ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے سب انبیائے کرامؑ سے زیادہ عمر پائی اوران سے زیادہ مدت تک تبلیغ حق کی کوشش میں اپنا وقت گزارا تھا۔

ساڑھے نوسوسال تک وہ حیات ظاہری سے نوازے گئے ۔ کافی صدیوں کی تبلیغ کے باوجود تھوڑے سے لوگ اہل ایمان ہوئے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم کے لوگ کس قدر کفر وشرک کے سخت عادی ،متعصب اور آباپرستی کے شیدائی تھے ۔ جب حضرت نوحؑ ان کی دشمنی ،تعصب کورانہ ،بدبختی ،سیاہ دلی اور صنم پرستی سے تنگ آ گئے تو پھر انہوں نے ان باطل پرستوں کی مکمل بربادی کی دعا کی ۔ اپنے پیروکاروں اور اہل ایمان کے لئے تو انہوں نے مغفرت کی التجا کی مگر اپنے دشمنوں کے حق میں سخت بدزعا سے کام لیا۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے کفار کو ایک عظیم اور ہولناک طوفان کے ذریعے ہلاک کردیا اور مومنین ومومنات کو اس سے بچا لیا۔ان کا اپنا بدکردار بیٹا بھی اس طوفان میں غرق کردیا گیا تھا۔

یہ قانون قدرت ہے کہ باطل اور ظلم وستم کی راہ پر چلنے والے قدرت کی سزا سے نہیں بچا کرتے ۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَالَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝

(ہود ۱۱:۴۷)

اس (نوحؑ) نے عرض کی:۔

”اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا ۔ اور مجھ پر رحم نہیں فرمائے گا تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤں گا“۔

الفاظ کے معانی

قَالَ =اس نے کہا +رَبِّ (رَبِّیْ)=اے میرے رب ،اے میرے پروردگار، اے میری نشوونما کرنے والے +اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ =بے شک میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں+ اِنِّیْ =بے شک میں +اَعُوْذُ =میں پناہ مانگتا ہوں ،میں پناہ طلب کرتا ہوں +بِکَ =تجھ سے + اَنْ اَسْئَلَکَ =یہ کہ میں تجھ سے سوال کروں +اَنْ =یہ کہ + اَسْئَلَکَ =میں تجھ سے سوال کروں+مَالَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ =نہیں ہے مجھے اس چیز کا علم +مَالَیْسَ =نہیں ہے+لِیْ =میرے لئے +بِهٖ =اس معاملہ یا چیز کے ساتھ+عِلْمٌ =علم +وَاِلَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْ =اور اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا اور نہ ہی مجھ پر رحم کرے گا +وَ=اور+اِلَّا (اِنْ لَا)= اگر نہیں + تَغْفِرْلِیْ =تو میری بخشش کرے گا ،تو میرے گناہوں،خامیوں اور کوتاہیوں پر پردہ ڈالے گا (تو مجھے معاف کردے گا)+ وَتَرْحَمْنِیْ =اور تو مجھ پر رحم کرے گا +اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ =میں خاسرین (خسارہ اٹھانے والوں)میں سے ہوجاؤں گا +اَکُنْ =میں ہوجاؤں گا +مِنْ = سے +خَاسِرِیْنَ =خاسر (خسارہ اٹھانے والا) کی جمع ۔

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اس بات سے پناہ طلب کی تھی کہ وہ اس سے ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جس کا اسے کوئی علم نہیں۔

(۲) اس نے خدا تعالیٰ سے معافی اور رحم کی درخواست کی تا کہ وہ خسارہ اٹھانے والا نہ بن جائے۔

بنیادی نکات

حضرت نوحؑ اللہ تعالیٰ کے ممتاز پیغمبروں میں سے تھے۔ انہوں نے بہت لمبی عمر پائی اور اپنی ساری زندگی خدا کے پیغام کی تبلیغ کی۔ انہوں نے اپنے لوگوں کو بتایا کہ وہ خدائے واحد کے پرستار بن کر زندگی بسر کریں تاکہ انہیں دنیا و دین کی بھلائیاں حاصل ہو جائیں۔ جب ان کے مخاطبین نے ان کی تعلیمات اور ہدایت کو نظر انداز کیا اور کسی طرح بھی وہ راہ راست پر آنے کے لئے تیار نہ ہوئے تو پھر حضرت نوحؑ نے تنگ آ کر ان کے لئے بددعا کی۔ رحمٰن کی طرف تو آنے والے بہت تھوڑے تھے مگر اس کے برعکس شیطان کے چیلے چانٹے حضرت نوحؑ کی ہدایت کو ٹھکراتے رہے۔ بدقسمتی سے ان کا اپنا بیٹا بروں کی صحبت اختیار کر کے بدی کی راہ پر گامزن ہو گیا تھا۔ جب تنگ آ کر حضرت نوحؑ نے اپنے مخالفین اور برے لوگوں کے لئے بددعا کی تو خدا تعالیٰ نے انہیں طوفان عظیم میں غرق کر دیا۔ طوفان آنے سے قبل انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے بیٹے کے حق میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا سوال کرنے پر تنبیہ کی۔ اس وقت نوحؑ نے ایسا سوال کرنے پر ندامت کا اظہار کیا اور خدا سے معافی چاہی۔ ان کے اپنے بیٹے کی بدی اس کو طوفان سے نہ بچا سکی۔ اور یوں وہ اپنے خاندان نبوت کی رسوائی کا باعث بن گیا۔

فارسی کے مشہور شاعر سعدیؒ نے اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا ہے:۔

پسر نوحؑ بابدان نشست روزے چند
خاندان نبوتش گم شد

(نوحؑ کا بیٹا چند دنوں تک برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھا تو اس کا خاندان نبوت گم ہو گیا)

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (یوسف ۱۲: ۳۳-۳۴)

اس (یوسفؑ) نے کہا۔ "اے میرے رب! میں قید کو پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کام کے جس کی طرف وہ (زلیخا کی سہیلیاں) مجھے دعوت دیتی ہیں۔ اور اگر تو مجھ سے ان کا فریب نہ ہٹائے گا۔ تو میں ان کی طرف مائل ہوجاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہوجاؤں گا۔ پس اس کے رب نے اس کی دعا قبول کرلی اور اس سے ان عورتوں کا مکر ہٹادیا۔ بے شک وہی سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔

الفاظ کے معانی

قَالَ = اس (یوسفؑ) نے کہا + رَبِّ = اے میرے رب + اَلسِّجْنُ اَحَبُّ = قید مجھے زیادہ پسند ہے + سِجْنِ = قید، جیل + اَحَبُّ اِلَیَّ = مجھے زیادہ محبوب ہے، مجھے زیادہ پسند ہے + اَحَبُّ = زیادہ محبوب + اِلَیَّ = میری طرف + مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ = جس چیز کی طرف وہ (عورتیں) مجھے دعوت دیتی ہیں (وہ مجھے بلاتی ہیں) + وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ = اور اگر تو مجھ سے ان (عورتوں) کا فریب (مکر) نہ ہٹائے گا + عَنِّیْ = مجھ

سے + كَيْدَ=مکر،فریب +اَصْبُ اِلَيْهِنَّ =میں ان (عورتوں) کی طرف مائل ہو جاؤں گا،میں ان پر فریفتہ ہوجاؤں گا +وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ =اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا،اور میں جاہل لوگوں میں سے ہوجاؤں گا +وَ=اور+

اَكُنْ =میں ہوجاؤں گا +مِنَ =سے+جَاهِلِيْنَ = جاہل کی جمع +فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ =پس اس (یوسفؑ) کے رب نے اس کی دعا قبول فرمائی + لَهٗ =اس (یوسفؑ) کے لئے +رَبُّهٗ =اس کے رب نے +فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ =پس اس (اللہ) نے اسؑ (یوسفؑ) سے ان (عورتوں) کا مکروفریب ہٹا دیا (دور کردیا)+ صَرَفَ= اس نے ہٹادیا +عَنْهُ =اس سے +كَيْدَهُنَّ =ان عورتوں کا مکر+اِنَّهٗ = بے شک وہ (اللہ)+هُوَ =وہ (مراد ہے اللہ تعالیٰ)+سَمِيْعُ =سننے والا +عَلِيْمُ =علم رکھنے والا،جاننے والا۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس بات کا اظہار کیا کہ وہ زلیخا کی سہیلیوں کے مکروفریب میں آنے کی بجائے قید میں جانے کو زیادہ پسند کرتا ہے۔

(۲) اس نے یہ اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی اسے ان کے فریب اور دلکشی سے بچا سکتا ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کرتے ہوئے اسے ان عورتوں کے مکروفریب سے محفوظ رکھا۔

(۴) بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کی دعائیں سننے والا اور علم وسیع رکھنے والا ہے۔

بنیادی نکات

-حضرت یوسفؑ بنی اسرائیل کے نمایاں انبیائے کرام میں سے تھے۔ وہ حضرت

یعقوبؑ (اسرائیل) کے بیٹے اور حضرت اسحٰقؑ کے پوتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں سب سے زیادہ حسن وجمال عطا کر رکھا تھا۔ ان کے سوتیلے حاسد بھائیوں نے انہیں جب ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو مصری قافلہ کے ایک آدمی نے انہیں کنوئیں سے باہر نکالا اور انہیں مصر کے بازار میں ایک بلند مرتبہ مصری رئیس (عزیز مصر) کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

اس عزیز مصر کی بیوی زلیخا اپنے اس حسین وجمیل نوجوان گھریلو ملازم پر فریفتہ ہوگئی۔ حضرت یوسفؑ اس کے شیطانی جال میں نہ پھنس سکے۔ زلیخا کی سہیلیوں نے زلیخا کو ہدف تنقید بنایا تو زلیخا نے اس تنقید کو رد کرنے کے لئے ان عورتوں کے لئے ایک ضیافت کا انتظام کیا۔ زلیخا کی سہیلیوں نے جب یوسفؑ کو محفل میں دیکھا تو وہ حیرت زدہ ہوگئیں۔ انہوں نے بھی بعد ازاں یوسفؑ کو اپنے مکروفریب میں لانے کی ناکام کوششیں کیں۔ اس موقع پر حضرت یوسفؑ نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی۔ اللہ نے انہیں اس کٹھن آزمائش سے بچالیا۔

یوسفؑ کی دعا

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝

(یوسفؑ ۱۲:۱۰۱)

"(یوسفؑ نے کہا) اے میرے پروردگار! تو نے مجھے حکومت سے بہرہ ور کیا اور مجھے باتوں (خوابوں کی تعبیر) کا صحیح ادراک عطا کیا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ تو مجھے مسلمان

کے حیثیت سے موت دے اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے"۔

الفاظ کے معانی

رَبِّ (رَبِّیْ) اے میرے رب ،اے میرے پروردگار + قَدْ اٰتَیْتَنِیْ = تحقیق تو نے مجھے دیا (عطا کیا) + قَدْ = تحقیق + اٰتَیْتَنِیْ = تو نے مجھے دیا + مِنَ = سے + مُلْکِ = سلطنت ،حکومت + وَ = اور + عَلَّمْتَنِیْ = تو نے مجھے علم دیا ،تو نے مجھے سکھایا، تو نے مجھے تعلیم دی + مِنْ = سے + تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ = احادیث کی تاویل، باتوں (معاملات) کی سمجھ مراد خوابوں کی تعبیر + تَاْوِیْل = تعبیر + اَحَادِیْث = حدیث (بات) کی جمع ،معاملات ،باتیں + فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ = آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا مراد کائنات کا خالق + فَاطِرُ = پیدا کرنے والا + سَمٰوٰتِ = سَمَاءٌ (آسمان) کی جمع + وَالْاَرْضِ = اور زمین + وَ = اور + اَرْضِ = زمین ،ارض + اَنْتَ وَلِیّٖ = تو میرا ولی ہے ،تو میرا کارساز ہے ،تو میرا مددگار ہے + اَنْتَ = تو (مذکر واحد کے لئے استعمال ہوتا ہے) + وَلِیّٖ (ولی ی) = میرا ولی ،میرا کارساز + فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ = دنیا اور آخرت میں + فِیْ = میں + تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا = تو مجھے مسلم ہونے کی حیثیت سے موت دے ،تو مجھے اسلام کی حالت میں موت دے + تَوَفَّنِیْ = تو مجھے فوت کر ،تو مجھے موت دے + مُسْلِمًا = مسلمان کی حیثیت سے ،اسلام کی حالت میں ،اپنا فرمانبردار ہونے کے لحاظ سے + وَ = اور + اَلْحِقْنِیْ = تو مجھے ملحق کر دے ،تو مجھے ملا دے + بِالصّٰلِحِیْنَ = صالحین کے ساتھ ،نیک لوگوں کے ساتھ + صَالِحِیْنَ = صالح (نیک انسان) کی جمع۔

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام نے اس امر کا اعتراف کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے اسے حکومت اور خوابوں کی تعبیر کی نعمت عطا کی ہے۔

(۲) اس نے اللہ تعالیٰ کو تمام کائنات کا خالق اور دنیا و آخرت میں اپنا کارساز قرار دیا۔

(۳) اس نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی تھی کہ وہ اسے مسلمان کی حیثیت سے موت دے اور نیک لوگوں کے زمرے میں شامل کردے۔

بنیادی نکات

حضرت یوسفؑ کو جب جیل سے رہائی ملی تو بادشاہ مصر نے ان کی نیکی، ذہانت انتظامی قابلیت اور حسن اخلاق سے متاثر ہوکر انہیں اپنی مملکت میں نمایاں مقام دیا۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے اس منصب کی ذمہ داریوں کو اتنی خوبی اور مہارت سے سرانجام دیا کہ وہ مقبول عام وخاص ہوگئے۔ انہوں نے اپنے والدین اور سب بھائیوں کو کنعان (فلسطین کا ایک علاقہ) سے بلا کر مصر میں آباد کردیا۔ بعدازاں ان کے والد حضرت یعقوبؑ کی اولاد عرصہ دراز تک مصر میں ہی سکونت پذیر رہی۔

حضرت یوسفؑ نے اتنے اعزازات اور اتنا بلند سیاسی منصب پانے کے بعد بھی اپنے خالق، مالک اور رازق کو کبھی بھی فراموش نہ کیا۔ وہ ہمیشہ نیکی اور حق کی تلقین کرتے اور اپنے خدا کے حضور عاجزی اور شکر کے جذبات کے حامل رہے۔ ان کی یہ دعا ان کے قلبی تاثرات اور اخلاقی کمالات کی آئینہ دار ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی ہمیشہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے طلب گار اور شکر گزار رہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دعا

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(الانبیآء ۲۱:۸۸-۸۷)

اور مچھلی والے (یونسؑ) کو یاد کرو جب وہ غصے کی حالت میں چل دیا (اپنی قوم سے ناراض ہوکر) سو اس نے خیال کیا کہ ہم (اللہ) اس پر قابو نہ پاسکیں گے۔ پھر اس نے اندھیروں (مچھلی کے پیٹ کی تاریکیوں) میں سے پکارا:۔

"(اے اللہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔تو پاک (ہر قسم کے عیب سے) ہے۔ بے شک میں ہی قصور کرنے والوں میں سے ہوں"۔

پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم اہل ایمان کو بچایا کرتے ہیں۔

الفاظ کے معانی

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ =(اے اللہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں ،تیرے علاوہ کوئی بندگی (غلامی) کے لائق نہیں +لَا =نہیں +اِلٰهَ =معبود ،جس کی عبادت کی جائے ،جس کی غلامی کی جائے +اِلَّا =سوائے،مگر +اَنْتَ =تو+سُبْحٰنَكَ =تو پاک ہے(ہر قسم کے عیب اور خامی سے)+سُبْحَانَ =وہ ہستی جو ہر طرح کے نقص ،عیب ،کوتاہی ،خامی اور قصور سے پاک ہو مراد خدا تعالیٰ +اِنِّیْ =بے شک میں +اِنَّ =بے شک +كُنْتُ =میں +مِنَ الظّٰلِمِیْنَ = ظالموں میں سے +مِنْ =سے +ظَالِمِیْنَ =ظالم کی جمع +وَ= اور +ذَاالنُّوْنِ =مچھلی والا (مراد یونسؑ) اِذْ=جب +ذَهَبَ =وہ گیا +مُغَاضِبًا =غضب کی حالت میں ، غصے کی حالت میں +فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ =اس نے خیال کیا کہ ہم اس پر قابو نہ پاسکیں گے+ فَظَنَّ =پس اس نے ظن کیا (خیال کیا)+اِنَّ =یہ کہ+لَنْ نَّقْدِرَ =ہم ہرگز قابو نہ پاسکیں گے ،ہم (اللہ) ہرگز قدرت نہیں رکھیں گے +لَنْ =ہرگز نہیں +نَقْدِرُ =ہم قدرت رکھتے ہیں +عَلَیْهِ =اس (یونسؑ) پر +فَنَادٰی =پس اس نے ندادی ،پس اس نے پکارا +فِیْ =میں +ظُلُمٰتِ =ظلمت (اندھیرا) کی جمع +اَنْ =کہ ،یہ کہ +لَا =نہیں +اِلٰهَ

=معبود + اِلَّا =سوائے + اَنْتَ =تو + سُبْحٰنَکَ =(اے اللہ) تو پاک ہے۔

آیت کا خلاصہ

(۱) حضرت یونس علیہ السلام نے (مچھلی کے پیٹ میں) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کیا۔

(۲) انہوں نے مزید اقرار کیا کہ خدا تعالیٰ ہر قسم کے عیب، خامی اور ناممکن بات سے پاک ہے۔

(۳) حضرت یونسؑ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ وہ خود ظالموں میں سے ہوگیا ہے۔

بنیادی نکات

حضرت یونسؑ بھی بنی اسرائیل کے انبیائے کرامؑ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا مقام تبلیغ وہدایت عراق تھا۔ وہ وہاں کافی عرصہ تک اپنی قوم کو غلط راہ چھوڑ کر صراط مستقیم کی طرف آنے کی دعوت دیتے رہے۔ جب ان کی قوم نے ان کی دعوت تبلیغ کا چنداں فوری اور نتیجہ خیز جواب نہ دیا تو وہ ناراض ہو کر اور انہیں چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔ ان سے یہ لغزش ہوئی کہ وہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملنے کے بغیر ہی ہجرت کر گئے۔ یاد رہے کہ تمام انبیاءؑ اور رسلؑ خدا تعالیٰ کی اجازت اور حکم کے بغیر ہجرت نہیں کیا کرتے تھے۔ اپنی قوم سے تنگ آ کر انہوں نے یہ قدم اٹھایا مگر خدا تعالیٰ کے حکم اور اجازت کا انتظار نہ کیا۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں مقید کردیا۔ شکم ماہی میں جانے سے قبل وہ اپنی ہجرت کے دوران ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی زیادہ بوجھ سے کشتی ڈولنے لگی تو ملاح نے کہا کہ اس میں کوئی خطا کار مسافر بیٹھا ہوا ہے۔ جب اس مسافر کو جاننے کے لئے قرعہ اندازی ہوئی تو

حضرت یونسؑ کا نام نکلا چنانچہ دریا میں پھینک دیا گیا۔ اس وقت بحکم خدا ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی اور حضرت یونسؑ اس کے شکم میں ڈال دیے گئے ۔ ان پریشان کن حالات میں حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں یہ دعا مانگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں اس غم سے نجات دی ۔ایک فارسی شاعر نے اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:۔

قرص آفتاب در سیاہی شد
یونسؑ اندر وہاں ماہی شد

(سورج کی ٹکیہ تاریک ہوگئی (سورج غروب ہوگیا)۔اس وقت یونسؑ مچھلی کے منہ میں چلے گئے)

عام لوگوں کی دعائیں

اصحاب کہف کی دعا

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً وَّهَيِّئۡ لَنَا مِنۡ اَمۡرِنَا رَشَدًا ٥

(الکہف ۱۸: ۱۰)

"اے ہمارے پروردگار! تو اپنی جناب سے ہمیں رحمت عطا کر اور ہمارے لیے ہمارے کام میں درستگی مہیا کر دے (ہمارا کام درست فرما دے)۔"

الفاظ کے معانی

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَۃً = اے ہمارے رب! تو ہمیں دے اپنی جناب سے رحمت، اے ہمارے پروردگار! تو اپنی جناب سے ہمیں رحمت عطا کر + رَبَّنَآ = اے ہمارے رب + اٰتِنَا = تو ہم کو دے + مِنۡ لَّدُنۡکَ = اپنے پاس سے، اپنی بارگاہ سے + مِنۡ = سے + لَدُنۡ = جناب، حضور، بارگاہ + لَّدُنۡکَ = اپنی جناب + وَهَيِّئۡ لَنَا = اور تو ہمارے لئے مہیا کر دے + هَيِّئۡ = مہیا کر دے + لَنَا = ہمارے واسطے + مِنۡ اَمۡرِنَا = ہمارے کام سے + مِنۡ = سے + اَمۡرِنَا = ہمارے کام + اَمۡر = کام + رَشَدًا = درستگی۔

آیات کا خلاصہ

(۱) اصحاب غار چند ایمان والے نوجوان تھے۔ وہ اپنی بت پرست قوم سے الگ ہو کر ایک غار میں چھپ گئے تھے۔

(۲) انہوں نے خدا سے دعا کی کہ وہ ان کے معاملہ کو درست کر دے۔

بنیادی نکات

قرآن مجید میں غار میں چھپنے والے مومن نوجوانوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ اپنی قوم کو شدید بت پرستی میں مبتلا دیکھ کر بے زار ہوگئے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی بھر دی۔ چنانچہ وہ اپنے ملک کے ظالم بت پرست بادشاہ کی سخت گیری سے ڈر کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوگئے تھے۔ اس وقت انہوں نے اپنے پالنے والے خدا سے رحمت اوراپنی مشکل کے حل کے لئے دعا مانگی۔ معاملے کی درستگی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقدس مشن کی رکاوٹوں اورظالم بادشاہ کی سخت گیری سے انہیں اپنی پناہ میں رکھے۔

اہل جنت کی دعا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

(التحریم ۶۶:۸)

”اے ایمان والو! تم اللہ سے توبہ کرو سچی (پرخلوص) توبہ۔ امید ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری برائیوں کو دور کردے اور تمہیں ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اس دن اللہ (اپنے) نبی کو رسوا نہیں کرے گا اور نہ ہی ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے۔ ان کا نوران کے آگے آگے اوردائیں طرف دوڑتا ہوگا۔“

(جب وہ حشر کے میدان سے جنت کی طرف جارہے ہوں گے اور ہرطرف تاریکی ہی تاریکی ہوگی)۔اس روز یہ نیک لوگ کہیں گے (دعا کریں گے):۔

''اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نورکومکمل کردے (تاکہ ہم بآسانی جنت تک پہنچ جائیں)اورہم سے درگذر فرما (ہماری کوتاہیاں معاف کردے)۔بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے''۔

دعا کے الفاظ کے معنی

رَبَّنَآ اَتۡمِمۡ لَنَانُوۡرَنَا=اے ہمارے رب !مکمل کردے ہمارے لئے ہمارا نور +رَبَّنَا =اے ہمارے رب ،اے ہمارے پالنہار،اے ہمیں نشوونما دینے والے+اَتۡمِمۡ =تو تمام کردے ،تو مکمل کردے+لَنَا =ہمارے واسطے+نُوۡرَنَا =ہمارا نور+ وَاغۡفِرۡلَنَا= اور تو ہمیں معاف کردے +اورتو (اللہ)ہمارے گناہوں سے درگذر فرما،تو ہماری غلطیوں، کوتاہیوں اورخامیوں پر پردہ ڈال دے +اِنَّکَ =بے شک تو+اِنَّ =بلاشبہ +عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ =(اے اللہ) تو ہرایک چیز پر قدرت رکھنے والا ہے+عَلٰی =اوپر،پر+کُلِّ شَیۡءٍ= ہرایک شئے ،ہرایک چیز،قَدِیۡرٌ =قادر،قدرت رکھنے والا ۔

آیت کا خلاصہ

(۱) اہل جنت جب حشر کے دن جنت کی طرف جارہے ہوں گے تو وہ خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں گے کہ وہ ان کے نورکومکمل کردے تاکہ وہ بآسانی جنت میں پہنچ جائیں۔

(۲) اس دن یہ اہل جنت اپنے رب سے یہ دعا بھی کریں گے کہ وہ ان کے گناہوں اورخطاؤں کو معاف کردے۔

(۳) علاوہ ازیں وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بھی اقرار کرتے جائیں گے ۔

بنیادی نکات

اس دعا کا پس منظر اس آیت کے ترجمہ میں بیان کردیا گیا کہ سچی توبہ کر کے مومن اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی حاصل کرسکیں گے۔ علاوہ ازیں انہیں جنت میں بھی داخل ہونے کی اجازت ہوگی اور حشر کے دن انہیں رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ یہ سب کچھ ان کے دنیا میں کیے گئے اعمال کا نتیجہ ہوگا۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ ''(دنیا آخرت کی کھیتی ہے)۔ جو کچھ ہم یہاں بوئیں گے، اگلی دنیا میں جا کر اسے کاٹیں گے۔ جس طرح کسان اپنی فصل کی تیاری کے لئے ہر ممکن کوشش اور جدوجہد سے کام لیتا ہے، اسی طرح جنت میں جانے کے لئے بھی ہمیں اس دنیا میں سخت مجاہدہ اور عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے ہمارے یہاں کام ہوں گے، ویسے ہی آخرت میں ان کے نتائج ہوں گے۔ اس لحاظ سے جنت دراصل ہمارے نیک خیالات اور صالح اعمال ہی کا نتیجہ ہوگی۔ زبان سے محض لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے ہی سے اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اسلام عقائد کے ساتھ ساتھ اعمال صالح پر بھی زور دیتا ہے۔ زبانی اقرار کے علاوہ قلب ونگاہ کا مسلمان ہونا بھی لازمی ہے بقول علامہ اقبالؒ:۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل ونگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

نیک خیالات اور پاکیزہ اعمال کی بدولت جب اہل ایمان جنت کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ تو اس وقت نور ان کے دائیں طرف اور آگے آگے ہوگا۔ وہاں اہل جنت خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ ان کے اس نور کو مکمل کردے تاکہ وہ آسانی سے جنت میں چلے جائیں۔ یہ منظر کتنا حسین اور روح پرور ہوگا۔ اس وقت اہل جنت کے ہونٹوں پر یہ دعا بھی ہوگی کہ اے ہمارے پروردگار: تو ہماری ساری خطائیں معاف

کر دے۔اس کے علاوہ وہ اپنی دعا میں اس امر کا بھی اعتراف کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز اور کام پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے سو وہی کرتا ہے۔تمام کائنات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔کوئی بھی اس کی اس ہمہ گیر طاقت کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ ایک کمزور تنکے کی کیا حیثیت ہے کہ وہ ایک بحر سوجزن کے آگے ٹھہر سکے:۔

اہل دوزخ کی دعا

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ٥

(المومنون۲۳:۱۰۷)

(اہل دوزخ خدا سے التجا کریں گے)

"اے ہمارے رب! ہم کو (اب) یہاں (دوزخ) سے نکال دے پھر اگر ہم نے (دنیا میں جا کر) ایسا قصور کیا تو ہم ظالم (گناہگار) ہوں گے"

الفاظ کے معانی

رَبَّنَا =اے ہمارے پروردگار +اَخْرِجْنَا =ہم کو نکال +مِنْهَا =اس (مراد دوزخ) سے +فَاِنْ =پھر اگر +عُدْنَا =ہم نے قصور کیا ،ہم نے تعدی کی ۔فَاِنَّاظٰلِمُوْنَ =تو بے شک ہم ظالم ہیں +ظَالِمُوْنَ =ظالم کی جمع ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) دوزخ میں ڈالے جانے والے لوگ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں گے کہ وہ انہیں دوزخ سے نکال دے۔

(۲) وہ اپنی دعا میں یہ بھی التجا کریں گے کہ خدا اگر انہیں دنیا میں دوبارہ بھیج دے تو وہ گناہ نہیں کریں گے۔اگر وہ دوبارہ ایسا کریں تو وہ خود ظالم ہوں گے۔

بنیادی نکات

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ حشر کے دن نیک لوگوں کو تو جنت دی جائے گی مگر برے لوگوں کو دوزخ میں سزا ملے گی۔ خدا تعالیٰ ان سے کہے گا کہ جب تمہیں میری آیات سنائی جاتی تھیں تو اس وقت تم نے انہیں قبول نہ کیا۔ وہ اہل دوزخ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ اس وقت وہ یہ دعا مانگیں گے۔

مندرجہ بالا اہل دوزخ کو جب دوزخ کی سزا ہو رہی ہوگی تو وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں گے کہ وہ انہیں اب دوزخ سے نکال دے۔ اس وقت وہ یہ وعدہ کریں گے کہ اگر انہیں دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تو پھر وہ ایسے گناہ نہیں کریں گے۔ وہ مزید کہیں گے کہ اگر دوبارہ ہم نے دنیا میں جا کر ایسا قصور کیا تو ہم ظالموں میں شمار ہوں گے۔

خدا پرستوں کی دعا

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥ فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (آل عمران ۳:۱۴۸-۱۴۷)

اور انہوں (خدا پرستوں) نے اس کے سوا کچھ اور نہ کہا (کفار سے لڑائی کے وقت):-

"اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہوں سے درگزر فرما اور ہمارے کام (کارِ خیر) میں جو زیادتی ہوئی ہے اسے بھی معاف کر دے اور ہمارے

قدم ثابت رکھ اور ہم کو کافر لوگوں پر فتح نصیب کر"۔

"پھر اللہ نے انہیں دنیا کا ثواب (بدلہ) دیا اور آخرت میں انہیں بہت اچھا ثواب (مکافات عمل) دے گا۔ اور اللہ نیک کام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا =اے ہمارے رب !تو ہمارے گناہوں کو معاف کر دے + رَبَّنَا =اے ہمارے رب ،اے ہمارے پروردگار +اغۡفِرۡ =تو معاف کر دے ،تو بخش دے ،تو پردہ پوشی کر دے ،تو ڈھانپ لے +لَنَا =ہمارے واسطے ،ہمارے لئے +ذُنُوۡبَنَا = ہمارے گناہ+ذُنُوۡبِ =ذَنۡبٌ (گناہ) کی جمع +وَاِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا =اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی (کو بھی معاف کر دے)+اِسۡرَافِ =زیادتی ،فضول خرچی +فِیۡ =میں +اَمۡرِنَا= ہمارے امر، ہمارا کام +وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا =اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ (ہمیں ثابت قدمی عطا کر)+وَ =اور+ثَبِّتۡ =ثابت رکھ ،ثبات عطا کرے +اَقۡدَامَنَا =ہمارے اقدام، ہمارے قدم +وَانۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ =اور ہمیں نصرت دے کافروں کی قوم پر ،اور ہم کو کفار پر فتح دے +وَ =اور +اُنۡصُرۡ=نصرت دے ،مدد دے ، فتح دے ، عَلٰی =اوپر+قَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ =کافروں کی قوم ،کفار کافر لوگ + کَافِرِیۡنَ =کافر کی جمع ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) خدا پرست انسانوں .... نے کفار سے جنگ کرنے سے پہلے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ان کے گناہ معاف کر دے۔

(۲) انہوں نے خدا تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی کہ اگر انہوں نے خدا کی حدود سے تجاوز کیا ہے تو وہ ان کو معاف کر دے ۔

(۳) اپنے دعائیہ الفاظ میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ثابت قدم رہنے اور کفار پر فتح

پانے کی بھی درخواست کی۔

بنیادی نکات

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ اس کائنات میں ہمیشہ حق اور باطل کے درمیان جنگ کا سلسلہ قائم رہا ہے۔خدا کے پرستاروں اور شیطان کے پجاریوں میں اپنے اپنے نظریات کی حمایت اور غلبہ کے لئے جب کبھی رزم آرائی کی نوبت آئی تو انہوں نے اپنی کامیابی اور فتح کو پانے کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔

کفار نے ہمیشہ اپنے مادی ذرائع ،اپنی فوج اور ہتھیاروں کی کثرت اور شیطان کی حمایت پر بھروسہ کیا۔ اس کے برعکس خدا کے ماننے والوں نے اپنی پوری تیاری کرنے کے بعد بھی خدا تعالیٰ پر توکل کیا اور اسی سے ثابت قدمی اور فتح کی دعا مانگی۔

اپنی عسکری طاقت پر تکیہ کرنے کی بجائے انہوں نے بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ خدائے واحد سے پہلے اپنے گناہوں اور اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہی اور اسی پر توکل کرتے ہوئے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔بقول علامہ اقبالؒ:۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

قرآن حکیم نے اہل ایمان کی بہت سی خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں ،خامیوں اور گناہوں کی معافی اور پردہ پوشی (مغفرت) کی دعا کیا کرتے ہیں۔

پہلے گزرے ہوئے مومنین کے لئے دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(الحشر ۵۹:۱۰)

"اے ہمارے رب! تو ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے (خطائیں معاف فرما) جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی بغض (کینہ) پیدا نہ ہونے دے۔اے ہمارے پروردگار! بے شک تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے"۔

الفاظ کے معانی

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلاَ خْوَانِنَا =اے ہمارے رب! بخش دے ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو+رَبَّنَا =اے ہمارے رب+اغْفِرْ=معاف کردے+لَنَا =ہمارے لئے+وَ =اور + اِخْوَانَنَا=ہمارے بھائی +اِخْوَانَ =اَخ (بھائی) کی جمع +اَلَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ = وہ لوگ ہم سے پہلے ایمان لائے ،جو ہم پر ایمان کے ساتھ سبقت لے گئے +اَلَّذِیْنَ =اَلَّذِی (وہ جو) کی جمع وہ لوگ ،جو+سَبَقُوْنَا =ہم پر سبقت لے گئے +بِالْاِیْمَان =ایمان کے ساتھ+وَلاَ تَجْعَلْ فِی قُلُوْبِنَا غِلًّا=اورتو (اللہ) نہ بنا ہمارے دلوں میں کوئی کینہ+وَ=اور+ لاَتَجْعَلْ = نہ بنا ،نہ کر+فِیْ =میں +قُلُوْبِنَا =ہمارے دل+قُلُوْبِ =قَلْبِ (دل) کی جمع + غِلاً=بغض کینہ+لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا =ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ،مومنین کے لئے+اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ =بے شک تو (اللہ) بے شک تو شفقت کرنے والا اور رحیم ہے+اِنَّکَ =بے شک تو +رَءُوْف =شفیق۔

آیت کا خلاصہ

(۱) اس دعا کے ذریعے مومن اپنے لئے اور ان سے پہلے ایماندار بھائیوں کے لئے بخشش کی التجا کرتے ہیں۔

(۲) وہ خدا تعالیٰ سے یہ بھی مانگتے ہیں کہ وہ ان کے دلوں میں اپنے مومنین کے لئے کوئی بغض اور کینہ پیدا نہ ہونے دے۔

(۳) ان دعائیہ کلمات میں خدا تعالیٰ کی بے پایاں شفقت اور رحم کا بھی اعتراف کیا گیا ہے۔

بنیادی نکات

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کو خدائے واحد کا ہمہ وقتی پرستار اور غلام بنا دیتا ہے۔ ہمارے زندگی کا ہر لحہ اس کی یاد اور اس کی غلامی ہی میں بسر ہونا چاہیے۔ بندے کا کام اپنے آقا کی کامل اطاعت کرنے کی وجہ سے اس کے سامنے اپنی عاجزی، بے بسی اور خطا کاری کی معافی کی درخواست کا اظہار بھی ہے۔ صحیح بندہ خدا عاجزی اور انکساری کا پیکر اور اپنے دوسرے مومن بھائیوں اور مومنات کا خیر خواہ اور ہمدرد بھی ہوتا ہے۔ اس کی دعا صرف اپنی ذات ہی تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کا دائرہ اثر دیگر اہل ایمان تک بھی پھیلا ہوتا ہے۔ جہاں وہ اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی مانگتا ہے۔ وہاں وہ ان اہل ایمان کے لئے بھی خدا سے مغفرت طلب کرتا ہے جو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں یا ان سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

اس دعا کا دوسرا حسین پہلو یہ ہے کہ حقیقی بندہ خدا دیگر اہل ایمان کے لئے سراسر سلامتی، خیر اور بھلائی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ اس کی حتی الامکان یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ ایمان والوں کے ساتھ اپنے دل میں کوئی کینہ اور بغض نہ رکھے۔ اس لحاظ سے وہ دیگر مومنین و مومنات کے لئے سراسر خیر بن جاتا ہے۔

نماز کی دعا

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ٥

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ٥

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ٥

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ہ

(الفاتحہ ۱:۷۔۴)

(اے پروردگار!) ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے اپنا فضل وکرم کیا جن پر نہ تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

الفاظ کے معانی

اِيَّا = خاص (تاکید کے لئے استعمال ہوتا ہے) کَ = تجھے، تیری۔ نَعْبُدُ = ہم عبادت کرتے ہیں، ہم بندگی کرتے ہیں، ہم تیری غلامی اختیار کرتے ہیں۔ وَ = اور + نَسْتَعِيْنُ = ہم مدد چاہتے ہیں، ہم استعانت کے طلب گار ہیں، ہم اعانت مانگتے ہیں + اِهْدِ = ہدایت دے + اِهْدِنَا = ہمیں ہدایت دے + اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ = سیدھا راستہ + راہ راست (قرآن کا بتایا ہوا راستہ مراد قرآنی تعلیمات اور حضورؐ کے ارشادات گرامی) + صِرَاطَ = راستہ + مُسْتَقِيْمُ = سیدھا (حق وصداقت والا) + صِرَاطَ الَّذِيْنَ = ان لوگوں کا راستہ + اَلَّذِيْنَ = وہ لوگ جو، اَلَّذِی (وہ ایک جو) کی جمع + اَنْعَمْتَ = تو نے انعام کیا، تو نے نعمت عطا کی + عَلَيْهِمْ = ان پر، عَلَيْهِ (اس ایک پر) کی جمع + غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ = وہ لوگ جن پر غضب نہ کیا گیا، لوگ جو عذاب خداوندی سے محفوظ رہے + غَيْرَ = نہ، سوائے + مَغْضُوْبِ = جن پر غضب ہوا، وہ جو زیر عتاب الٰہی آئے + وَ = اور + لَا = نہیں + ضَآلِّيْنَ = ضَالّ (گمراہ آدمی) کی جمع + راہ راست سے بھٹکے ہوئے، وہ لوگ جنہوں نے صراط مستقیم کو اختیار نہ کیا۔

آیات کا خلاصہ

(۱) اس مشہور ترین قرآنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اس سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

(۲) خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی جاتی ہے کہ وہ ہمیں (ہر وقت) سیدھا راستہ دکھائیں۔

(۳) سیدھے راستہ سے مراد خدا کے انعام یافتہ لوگوں کی راہ فکر و عمل ہے۔

(۴) ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں ان لوگوں کی راہ نہ دکھائے جن پر اللہ کا غضب ہوا اور نہ ہی ان لوگوں کا راستہ دکھائے جو گمراہ ہو گئے ہوں۔

بنیادی نکات

یہ سورت قرآن حکیم کی سب سے زیادہ مشہور اور روزانہ نمازوں میں پڑھی جانے والی دعا ہے۔ احادیث میں اس کی اہمیت، عظمت اور شان کے بارے میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ بڑی جامع اور عام فہم دعا ہے۔ ہم اپنی نمازوں میں ہر روز اس کو پڑھا کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ صرف وہی ہمارا معبود، آقا اور مالک ہے۔ اللہ سے ہم دوسرا اقرار یہ کر رہے ہیں کہ ہم اپنی تمام مشکلات کے حل اور اپنی تمام حاجتوں کی تکمیل کے لئے اس کی ہی مدد طلب کرتے رہیں گے۔

عبادت کا لفظ بڑے وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا ایک مطلب اللہ کی پرستش ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ہم اس کے غلام اور بندے ہیں اور وہ ہمارا آقا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یہ وعدہ کر رہے ہیں کہ ہم ہر حال میں اس کے احکام پر عمل کریں گے۔ خدا کے حکم کے مطابق جو کام بھی کیا جائے گا۔ وہ عبادت ہی خیال کیا جائے گا۔ اس کے احکام کے مطابق ہم اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں جو بھی کام کریں گے وہ عبادت ہی ہوگا۔ اس کی تعلیمات پر چلتے ہوئے ہمارا روزی کمانا، انسانوں کے حقوق کو

پورا کرنا اور نیکی کی تلقین کرنا وغیرہ عبادت اور بندگی کا آئینہ دار ہوگا۔ ہماری یہ اطاعت کسی شرط کے بغیر دائمی نوعیت کی ہے ۔ ہم اس سے دوسرا اقرار یہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے جملہ اہم اور مشکل مسائل اور معاملات میں اسی سے امداد مانگتے رہیں گے ۔ کیونکہ وہ ہمارا حقیقی اور دائمی حاجت روا ہے۔ انسانوں کی طرف سے ہماری امداد دراصل اسی کی کرم نوازی کا ایک ذریعہ ہے ۔ وہ ہمارے حقیقی اور مستقل مددگار نہیں ہوسکتے ۔ان دعائیہ جملوں میں ہم اپنے اصلی مالک اور آقا سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمیشہ ہرکام میں سیدھی راہ پر چلاتا رہے۔ ہم عاجز اور فریب خوردہ انسان دنیا کی ترغیبات اور شیطانی وساوس کے ہجوم میں اکثر اوقات راہ راست کو بھول جاتے ہیں اس وقت ہمیں خدائی تائید اور فضل کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔تاکہ ہم دوبارہ گم شدہ راہ پر آجائیں۔ قدم قدم پر ہمیں نیکی اور تقوی کے راستے میں رکاوٹیں پیش آتی ہیں اس لئے ہم اپنے خالق ،مالک اور درگذر کرنے والے خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر وقت صراط مستقیم پر گامزن کرتا رہے۔حلقہ اسلام میں داخل ہوتے ہی ہمیں صراط مستقیم کا پتہ چل جاتا ہے ۔اس کے باوجود ہمیں اس منزل کو سامنے رکھنے کے لئے خدائی تائید اور کرم کی ضرورت ہوا کرتی ہے ۔

ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے نیک ،مقبول اور برگزیدہ بندوں کی سیدھی راہ پر چلاتا رہے ۔ ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان لوگوں کی راہ سے بچائے جو اللہ کے غضب کا شکار ہوئے یا وہ جو صراط مستقیم سے ہٹ چکے ہیں۔خدا تعالیٰ ہماری یہ دعا قبول کرے ۔آمین ۔

سوار ہونے کے وقت کی دعا

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ ۝

وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ٥ (الزخرف ۴۳:۱۴-۱۳)

"پاک ہے وہ ذات (اللہ تعالیٰ) جس نے اس سواری (جانور، کشتی اور جہاز) کو ہمارے لئے مسخر کردیا (ہمارے زیر فرمان کردیا) اور ہم اس کو قابو میں لانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ اور بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف (ایک روز) لوٹ کر جانے والے ہیں"۔

الفاظ کے معنی

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا = پاک ہے وہ ذات (اللہ) جس نے مسخر کردیا ہمارے لئے اس (جہاز اور دیگر سواری وغیرہ) کو + سُبۡحٰنَ = ہر قسم کی خامی، نقص، دشواری گناہ اور کمزوری سے پاک مراد اللہ جل شانہ + الَّذِیۡ = وہ جو (یہ لفظ مذکر واحد کے لئے استعمال ہوتا ہے) + سَخَّرَ = اس (اللہ) نے مسخر کردیا۔ اس نے ہمارے کنٹرول میں کردیا + لَنَا = ہمارے لئے + هٰذَا = یہ (سواری) + وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِيۡنَ = اور نہیں تھے ہم اس پر قابو پانے والے + وَ = اور + مَا كُنَّا = ہم نہیں تھے + لَهٗ = اس (سواری) کے لئے + مُقۡرِنِيۡنَ = مُقۡرِنٌ کی جمع، قابو پانے والے + وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ = اور بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں + اِنَّا = بے شک ہم + اِلٰی = تک + رَبِّنَا = ہمارا رب + مُنۡقَلِبُوۡنَ = مُنۡقَلِبٌ کی جمع، لوٹ کر جانے والے۔

آیات کا خلاصہ

(۱) اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہر قسم کے عیب، نقص، نکتہ چینی اور کمزوری سے پاک ہے۔

(۲) خدا نے ہم پر رحم کرتے ہوئے بہت سی چیزوں کو ہمارے لئے مسخر کردیا ہے تاکہ ہم ان پر سوار ہوں۔

(۳) خدا کی رحمت کی بدولت ہی وہ ہمارے کنٹرول میں آئی ہیں وگرنہ ہم میں یہ

طاقت نہ ہوتی۔

(۴) مرنے کے بعد ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف ہی واپس جانا ہوگا۔

بنیادی نکات

اس دعا سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے آسمان وزمین کو بنایا وہ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے۔ اس نے حیوانات اور سواری کے لئے جانور اور کشتیاں بنائی ہیں۔ اس وقت ہمیں خدا کے احسان کو یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر طرح کی حمد کے لائق ہے۔ قادر مطلق ہونے کی حیثیت سے وہ ہر چیز کو معرض وجود میں لانے اور اسے ہمارے زیر فرمان کرنے کا کلی اختیار رکھتا ہے۔ اس کے لئے کوئی کام بھی مشکل اور ناممکن نہیں۔ اس کا لاکھ لاکھ احسان ہے۔ کہ اس نے حضرت انسان کو زمین پر اپنا نائب بنا کر کائنات کی بہت سی طاقتوں کو اس کیلئے مسخر کر دیا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ٥

"اور اسے تمہارے لئے مسخر کر دیا جو کچھ کہ زمین میں ہے"۔

اس نے چونکہ انسان کو اشرف المخلوقات کا درجہ دیا ہے اس لئے اس نے اور چیزوں کے علاوہ سواری کے جانوروں اور دیگر ذرائع نقل وحمل پر بھی ہمیں طاقت عطا کر دی ہے۔ اس کی دی ہوئی طاقت اور قابلیت کے بغیر ہم ان پر قابو نہیں پا سکتے تھے۔ کیا یہ اس کا احسان عظیم نہیں کہ اس نے ان تمام ذرائع سفر کو ہمارے ماتحت کر دیا ہے؟۔

ہمیں اس عارضی اور فانی دنیا میں ہمیشہ تو نہیں رہنا ہے۔ اپنے وقت مقررہ پر ہمیں یہاں سے رخصت ہونا پڑے گا اور ہم لوٹ کر اپنے پروردگار کی طرف چلے جائیں گے۔

طالوت کی دعا

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(البقرہ۲:۲۵۰)

اور جب وہ (طالوت اور اس کا اسرائیلی لشکر) جالوت (بنی اسرائیل کا مخالف کافر بادشاہ) اوراس کی فوجوں کے مقابل ہوئے تو انہوں نے کہا (خدا سے دعا کی):

"اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں صبر عطا کر اور ہمارے قدم جما دے (ہمیں لڑائی میں ثابت قدم رکھ) اور ہمیں کافروں کی قوم پر فتح یاب کردے"۔

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبَّنَا =اے ہمارے رب +اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا=تو ہم پر صبر ڈال،تو ہمیں صبر دے+اَفْرِغْ =تو ڈال ،تو عطا کر+عَلَيْنَا =ہم پر+صَبْرًا =صبر+وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا = اور تو ہمارے لئے قدموں کو ثابت رکھ، تو ہمارے قدم جمادے ،تو ہمیں ثابت قدمی عطا کر +وَ =اور +ثَبِّتْ =ثابت رکھ+اَقْدَامَنَا = ہمارے قدم +اَقْدَامَ =قدم کی جمع + وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ =اور تو ہم کو کافروں کی قوم پر نصرت عطا کر ،تو ہمیں کافروں پر فتح دے+وَ =اور+اُنْصُرْنَا =تو ہمیں نصرت دے، تو ہمیں فتح دے+عَلٰى =پر،اوپر+قَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ =کافروں کی قوم،کفار+ كَافِرِيْنَ =کافر کی جمع۔

آیت کا خلاصہ

(۱) بنی اسرائیل کے لشکر کا امیر طالوت (SAUL) جبکہ ان کے کافر دشمن کی فوج

کا سردار جالوت (GOLIATH) تھا۔

(۲) آپس میں لڑائی کے لئے جب یہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے میدان جنگ میں آئے تو طالوت اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تھی۔

(۳) انہوں نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ انہیں جالوت کی فوج کے مقابلے میں ثابت قدم رکھے اور صبر کی طاقت بھی عطا کرے۔انہوں نے کفار پر فتح ونصرت پانے کے لئے بڑے عاجزانہ انداز میں درخواست کی جسے خدا تعالیٰ نے قبول فرمایا اور انہیں جنگ میں کامیابی سے سرفراز کیا۔

بنیادی نکات

حضرت ابراہیمؑ کے پوتے حضرت یعقوبؑ بن حضرت اسحٰقؑ کا لقب اسرائیل (خدا کا بندہ) تھا۔ ان کی نسل میں آنے والے بنی اسرائیل (اسرائیل کے اولاد) کہلانے لگے۔ حضرت موسیٰؑ اسی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اولاد یعقوبؑ یعنی بنی اسرائیل کوفرعون کی غلامی سے نجات دلائی اور وہ ان کی معیت میں مصر کو چھوڑ کر فلسطین چلے گئے حضرت موسیٰؑ کا راستے ہی میں انتقال ہوگیا تھا۔ان کے بعد بنی اسرائیل اپنی بداعمالیوں کی سزا کے طور پر پھر دوسروں کی غلامی میں چلے گئے۔ انہوں نے غلامی سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنے لئے بادشاہ کی تقرری کی خواہش کی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے عہد کے نبی حضرت سیموئیلؑ (samuel) سے درخواست کی کہ وہ کوئی اسرائیلی بادشاہ مقرر کریں تاکہ اس کے ساتھ مل کر وہ اپنے کافر دشمنوں سے نجات پائیں۔حضرت سیموئیل نے ایک بلند قامت، بہادر، خوبصورت اور سمجھ دار نوجوان طالوت کوان کا بادشاہ مقرر کردیا۔ اس کی قیادت میں اسرائیلی جہاد کے لئے ہزاروں کی تعداد میں نکل آئے۔طالوت نے ان کے ذوق شہادت کو جب آزمایا تو

صرف چند سو اس آزمائش میں کامیاب ہوئے۔ چنانچہ وہ ان مٹھی بھر سچے مجاہدوں کو ساتھ لے کر اپنے کافر دشمن جالوت کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے میدان میں آ گیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ حضرت داؤدؑ اس وقت چھوٹی عمر کے تھے۔ انہوں نے مردانہ طور پر جالوت کو قتل کر دیا۔ یہ حالات دیکھ کر جالوت کی فوج شکست کھا کر بھاگ گئی اور اسرائیلی فتح یاب ہوئے۔ میدان جنگ میں جا کر مومن اسرائیلی فوج نے خدا تعالیٰ سے صبر، ثابت قدمی اور فتح ونصرت کی یہ دعا مانگی تھی۔ جہاد کی تیاری کی شکل میں انہوں نے پہلے خود تیاری کی اور اس کے بعد بارگاہ خداوندی میں صبر وثبات اور کامیابی کے لئے دعا مانگی۔ انہوں نے پہلے اپنے عزم راسخ اور عملی تیاری کا ثبوت دیا اور بعد ازاں خدا پر توکل کرتے ہوئے جنگ کی۔ ہمیں بھی اس اصول کی پیروی کرنا ہوگی۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

وَاَعِدُّوْ لَهُمْ مَّااستطعْتُمْ ٥

"اور تم اپنی استطاعت کے مطابق دشمن کی تیاری کرو"۔

موسوی مومنین کی دعا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ٥

(یونس۱۰: ۸۵۔۸۶)

(موسیٰؑ پر ایمان لانے والوں نے خدا سے دعا کی)

"اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا (آزمائش میں نہ ڈال)۔ اور اپنی رحمت سے ہمیں کافروں کی قوم سے نجات دے"۔

الفاظ کے معانی

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً = اے ہمارے رب! تو نہ بنا ہم کو آزمائش + رَبَّنَا = اے

ہمارے رب + لَا = نہیں + لَاتَجْعَلْنَا = تو نہ بنا ہم کو + فِتْنَةً = آزمائش + لِقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ = ظالم لوگوں کے لئے ، ظالموں کی قوم کے لئے + ظَالِمِیْنَ = ظالم کی جمع + وَنَجِّنَابِرَحْمَتِکَ = اور نجات دے ہمیں اپنی رحمت سے (ہم پر رحم کرتے ہوئے ہم کو نجات دے) + وَ = اور + نَجِّنَا = تو ہمیں نجات دے + بِرَحْمَتِکَ = اپنی رحمت سے + مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ = کافروں کی قوم سے کافر لوگوں سے ، کفار سے + مِنْ = سے + کَافِرِیْنَ = کافر کی جمع + خدا تعالیٰ کی ہستی کے منکرین ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے خوش بخت لوگوں نے خدا سے یہ دعا کی کہ وہ انہیں ظالموں کے لئے آزمائش نہ بنائے ۔

(۲) انہوں نے اللہ جل شانہ سے یہ بھی دعا کی کہ وہ ان پر اپنا فضل وکرم کرتے ہوئے انہیں کفار سے نجات دلائے ۔

بنیادی نکات

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کی تبلیغی سرگرمیون کی وجہ سے قوم فرعون کے چند نوجوان ایمان لے آئے ۔ فرعون سے وہ ڈر بھی رہے تھے کہ وہ کہیں ان کو نشانہ ستم نہ بنائے ۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ ؑ نے ان سے کہا ۔

اے اہل ایمان ! اگر تم مسلمان (خدا کے فرمانبردار) ہو تو پھر تم خدا پر توکل رکھو ۔
ان مومن نوجوانوں نے اس وقت یہ دعا مانگی : اے ہمارے رب ! تو ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے کسی آزمائش میں نہ ڈال اور اپنی رحمت سے ہمیں کفار سے نجات دے" ۔

متقی لوگوں کی دعا

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۚ

اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ

(آل عمران ۳:۱۶-۱۵)

(اے نبیؐ) کہہ دو۔کیا میں تمہیں ان (دنیاوی مال ومتاع) سے بہتر چیز کے بارے میں بتاؤں (کہ وہ کیا ہے)۔(سنو) جو لوگ متقی ہیں ان کے لئے ان کے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں پاکیزہ عورتیں ہوں گی اور انہیں اللہ کی رضا مندی بھی حاصل ہوگی۔اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں (دعا کرتے ہیں):۔

''اے ہمارے رب! بے شک ہم ایمان لائے ہیں۔سو تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ (دوزخ) کے عذاب سے بچا''۔

دعا کے الفاظ کے معنی

رَبَّنَا =اے ہمارے رب،اے ہمارے پالنے والے+اِنَّنَآ (اِنَّ نَا)= بے شک ہم+اٰمَنَّا =ہم ایمان لائے+فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا =پس تو ہمارے گناہ (خطائیں) معاف کردے،سو تو (اے اللہ) ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دے+فَاغْفِرْ=سو تو معاف کردے،پس تو پردہ ڈال دے،پس تو بخش دے+لَنَا =ہمارے لئے+ذُنُوْبَ =ذَنْبَ (گناہ) کی جمع+وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ =اور تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا (ہمیں آتش

دوزخ سے بچالے)+ وَ =اور+ قِنَا =تو ہمیں بچا+ عَذَابَ =عذاب+ نَارَ =آگ+

آیات کا خلاصہ

(۱) تقویٰ اختیار کرنے والے نیک انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اس سے اپنے گناہوں، اپنی کوتاہیوں اور لغزشوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔

(۲) وہ اپنے پروردگار سے دوزخ کی آگ کے عذاب سے بھی اپنی حفاظت چاہتے ہیں۔

بنیادی نکات

قرآن حکیم کی اس مختصر مگر جامع دعا میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ متقی انسان سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے دامن کو ہر ممکن طریقہ سے گناہوں کے ساتھ آلودہ ہونے سے بچاتے ہیں۔ ان کی اس پرہیزگاری اور خوف خدا کے باوجود اگر ان سے کبھی نادانستہ گناہ، لغزش اور کوتاہی ہوجائے تو وہ فوراً اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں اور لغزشوں کی وجہ سے معافی کے طلب گار ہوجاتے ہیں۔ وہ نہ صرف یہ بخشش طلب کرتے ہیں بلکہ وہ تقویٰ کی روشنی پر چلتے ہوئے دوزخ کے عذاب سے بھی بچاؤ کے لئے دعا کرنے لگتے ہیں۔ انسان جب بھی نادم ہوکر خدا کی بارگاہ میں عجز وانکسار کے ساتھ اپنے دل کی گہرائیوں سے توبہ مانگتا ہے۔ تو پھر خدا تعالیٰ اپنی بے پایاں رحمت سے کام لیتے ہوئے اس کی سچی توبہ قبول کرلیتا ہے۔ اس لئے اس کی رحمت اور درگذر سے کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ قرآن حکیم نے ہمیں بتایا ہے:۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

"تم خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ"۔

مومنین کی دعا

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○

(البقرہ ۲:۲۸۶-۲۸۵)

"رسولؐ اس پر ایمان لایا جو کچھ اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل کیا گیا اور مومن بھی ایمان لائے (کتاب الٰہی پر)۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں) ہم اس (اللہ) کے رسولوں میں سے کسی کے ساتھ بھی فرق نہیں کرتے (سب کو مانتے ہیں) اور انہوں نے کہا:۔

"(ہمارے رب) ہم نے سنا (تیرا کلمہ) اور ہم نے اطاعت قبول کی۔ اے ہمارے پروردگار! ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف ہی ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔..........

اے ہمارے رب! اگر ہم سے کوئی بھول یا خطا ہو جائے تو مواخذہ نہ کرنا۔ اے پروردگار! ہم پر بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے پالنہار! ہم پر وہ بار نہ ڈال جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں اور تو ہمیں معاف کردے اور ہمیں بخش دے (ہمارے

گناہوں سے درگزر کر)اور ہم پر رحم کر۔تو ہی ہمارا مولا ہے۔ہمیں
کافروں کی قوم پر غلبہ ونصرت عطا کر''۔

دعا کے الفاظ کے معنی

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا =(اے اللہ) ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی +سَمِعْنَا =ہم نے سنا +وَ =اور+اَطَعْنَا =ہم نے اطاعت کی ،ہم نے حکم مانا+غُفْرَانَکَ رَبَّنَا =اے ہمارے رب !تیرا غفران (تیری بخشش کے ہم طالب ہیں)+غُفْرَانَ =بخشش، پردہ پوشی ، گناہوں کی معافی +رَبَّنَا =اے ہمارے رب +وَاِلَیْکَ الْمَصِیْر =اور تیری طرف ہمارا مرجع ہے ،اور تیری طرف ہمارا ٹھکانہ ہے تیری طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے+رَبَّنَا لَا تُوَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَانَا =اے ہمارے رب !تو ہمیں نہ پکڑنا اگر ہم بھول گئے یا ہم نے خطا کی +رَبَّنَا =اے ہمارے رب +لَا تُوَاخِذْنَا =ہم سے مواخذہ نہ کرنا +اِنْ =اگر +نَسِیْنَا =ہم سے بھول ہوگئی +اَوْ=یا + اَخْطَانَا = ہم نے خطا کی +رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا =اے ہمارے رب !تو ہم پر کوئی بوجھ (تکلیف) نہ ڈال +کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا= جیسا کہ تو نے (بوجھ) ڈالا ہم سے قبل جانے والوں پر+وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ =اور تو ہم پر نہ ڈال وہ (بوجھ) جسے اٹھانے کے لئے ہمارے پاس طاقت نہیں +وَاعْفُ عَنَّا = اور تو ہمیں معاف کردے +وَاغْفِرْلَنَا=اور تو ہمیں بخش دے +وَارْحَمْنَا =اور تو ہم پر رحم کر+ فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ =پس تو ہم کو کافروں کی قوم پر نصرت (فتح)دے۔

آیات کا خلاصہ

(۱) خدا تعالٰی کے احکام سن کر اس کی اطاعت کرنے کا اقرار کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا سے اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کی معافی طلب کی گئی ہے۔

(۲) دعا میں اس بات کو بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ مرنے کے بعد ہمیں خداتعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی جارہی ہے کہ وہ ہماری بھول چوک اور خطاء سے درگذر کرے کیونکہ وہی ذات پاک ہماری خطاؤں،غلطیوں اور لغزشوں پر پردہ ڈالنے والی ہے۔

(۴) خدائے رحیم وکریم سے یہ بھی التجا کی گئی ہے کہ وہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالے جو ہم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر ڈالا گیا تھا۔سابقہ قوموں نے جب خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی تو انہیں سخت آزمائشوں میں ڈالا گیا اور انہیں عبرتناک سزا بھی دی گئی۔

(۵) مومنین خدا تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالے جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔چنانچہ دین اسلام نے ہمیں بہت سی آسانیاں مہیا کی ہیں تاکہ ہم پر ناقابل برداشت بوجھ نہ پڑے۔

(۶) اس دعا میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سچے اہل ایمان خدا ہی کو اپنا مولا ،حامی ، مددگار اور خطائیں معاف کرنے والا مانتے ہیں۔

(۷) اس دعا کے آخری الفاظ میں کفار پر غلبہ ونصرت پانے کی درخواست کی گئی ہے۔

بنیادی نکات

اس دعا سے پہلی آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ اوران کے پروردگار اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تعلیمات اوراحکام پرایمان لائے اور اس کے علاوہ وہ سب خدا کے فرشتوں ،اس کی پاک کتابوں اوراس کے رسولوں کو بھی ماننے والے اوراس کے رسولوں میں بھی کوئی تفریق نہ کرنے والے تھے۔اس بیان کے بعد وہ اپنے پروردگار کے حضور جو دعا مانگتے تھے۔اس دعا کے مندرجہ ذیل اہم نکات ہیں:۔

سرورکائنات حضرت محمدؐ اور ان کے پیروکار خدا کے احکام کو سننے کے بعد ان کی اطاعت بھی کیا کرتے تھے۔ ان کی دعا محض ان کے لبوں اور الفاظ کی رسمی ادائیگی تک محدود نہ تھی بلکہ وہ اس کو عملی جامہ بھی پہنایا کرتے تھے۔افسوس ہے کہ ہماری دعا محض زبانی رہ گئی ہے اور وہ عملی صورت اختیار نہیں کرتی یہی وجہ ہے کہ ہمیں اس کے حقیقی نتائج حاصل نہیں ہوتے۔

رہ گئی رسم دعا روح حقیقی نہ رہی (بقا)

اس حقیقت کو تو ہم بخوبی جانتے ہیں کہ انسان غلطیوں ،خامیوں،کوتاہیوں، گناہوں اور بھول چوک کا پتلا ہے۔عربی میں کہاوت ہے۔ الا نسان مرکب عن الخطاء والنسیان ''انسان خطا اور نسیان کا مرکب ہے''۔ایک تو ہماری فطری کمزوری اوردوسرا ہماراازلی دشمن یعنی شیطان ہماری کوتاہیوں کا باعث ہیں۔ قدم قدم پر شیطان ہمیں راہ راست سے ہٹا کر غلط راہوں کی طرف لیجانے کے درپے رہتا ہے۔ایسی صورت میں ہمیں خدا تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کی اشد ضرورت ہوا کرتی ہے۔ بندہ مومن اپنے خالق ،مالک اور رازق کی بارگاہ میں یہ دعا کرنے کا عادی ہوجاتا ہے۔ کہ اے پروردگار! تو میری بھول چوک اور خطاؤں سے درگزر فرما اور مجھ پر کوئی گرفت نہ کر۔ اگر خداتعالیٰ ہماری ہر ایک لغزش اور غلطی پر گرفت کرنے لگے تو پھر ہماری نجات کی کوئی بھی سبیل باقی نہیں رہ جاتی۔خداتعالیٰ سے ہمیں خشوع وخضوع سے یہی دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہماری تقصرات اور غلطیوں کو معاف کردے۔وہ بڑا رحیم اور کریم ہے۔وہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا کی طرف ضرور متوجہ ہوتا ہے۔ اسے اپنے نیک اور عاجز بندوں کی عاجزی پر ترس آجاتا ہے۔اور وہ ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

اگر ہم تاریخ انسانیت کا گہرا مطالعہ کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ جب سابقہ اقوام نے خدا تعالیٰ کے احکام اوراس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی تو خدا تعالیٰ نے ان کو سخت سزا دی ۔قوم عاد ،قوم ثمود،قوم لوط، قوم فرعون اور دیگر قوموں کے عبرتناک زوال اورتباہی کی داستانوں سے دنیا کی تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔خدا تعالیٰ نے ان لوگوں پر مختلف مصائب کی شکل میں ایسا بوجھ ڈالا کہ وہ اس کی تاب نہ لا سکے اورحرف غلط کی طرح مٹ گئے ۔اس دعا میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے۔ کہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ پہلی غلط قوموں کی مانند ہم پر ویسا ناقابل برداشت بوجھ نہ ڈالے ۔بندہ مومن ہمیشہ اس سے معافی بخشش اور پردہ پوشی کی درخواست کیا کرتا ہے۔اس دعامیں یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرائی جارہی ہے کہ ہم کفار پر غلبہ ونصرت کے لئے اپنے حقیقی آقا ومولا سے ہی دعا مانگا کریں۔یہ دعا مانگنے سے قبل اگر ہم اپنے دکھوں کی دوا کرنے کے لئے عملی جدوجہد بھی کریں تو پھر یہ سونے پر سہاگہ کا کام دیتی ہے ۔ بندہ مومن اپنے بلند اورنیک مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی طاقت کے مطابق عمل پیہم اور سعی مدام سے کام لینے کے بعد اپنے حقیقی مولا یعنی خدا تعالیٰ سے انہیں نتیجہ خیز اور بار آور بنانے کے لئے دعا کیا کرتا ہے ۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ یہ طریقہ استعمال کیا تھا۔جنگ بدر میں آپ ؐ نے نصرت وغلبہ کی دعا بعد میں مانگی پہلے اس غلبہ کے لئے حتی المقدور سعی وعمل سے کام لیا تھا۔

ہمیں بھی اسی اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنی چاہیے ۔قرآن حکیم نے انسانی کوشش اوراس کے متوقع نتائج کے مابین جو گہرا ربط ہے ،اسے ان مختصر مگر جامع الفاظ میں بیان کیا ہے۔ لیس للانسان الا ماسعی ۔''انسان کے لئے اس کی سعی کا ثمرہ ہے''۔جو انسان بھی کوشش کرے گا ،اسے اس کی کوشش کا ضرور صلہ ملے گا ۔خواہ مرد مومن ہو یا کافر۔

مومن اہل دانش کی دعا

الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَاخَلَقۡتَ ہٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

رَبَّنَاۤ اِنَّکَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَیۡتَہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغۡفِرۡلَنَا ذُنُوۡبَنَا وَکَفِّرۡعَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ○

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَاتُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَاتُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ ○ (آل عمران۳: ۱۹۴۔۱۹۱)

یہ (کائنات کا مطالعہ ومشاہدہ کرنے والے عقل مند لوگ) وہ لوگ ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور وفکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

''اے ہمارے رب !تو نے اسے (کارخانہ قدرت) فضول پیدانہیں کیا۔ تو پاک ہے (ہر عیب اور نقص سے) پس تو ہمیں آگ (دوزخ) کے عذاب سے بچا۔اے ہمارے پروردگار !جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اسے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔اے رب ہم نے ایک پکارنے والے (رسولؐ) کو سنا جو ہمیں ایمان کی طرف پکارتا تھا (اور کہتا تھا) کہ تم لوگ اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لے آئے۔اے پروردگار !تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کردے

اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔

اے ہمارے رب! تو ہمیں وہ سب کچھ دے جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے وعدہ کیا تھا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے"۔

دعا کے الفاظ کے معانی

(۱۹۱) رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً = اے ہمارے رب! انہیں پیدا کیا تو نے اسے (کائنات) فضول (غلط) + رَبَّنَا = اے ہمارے رب + مَا = نہیں + خَلَقْتَ = تو نے تخلیق کیا، تو نے پیدا کیا + هٰذَا = یہ (کائنات) + بَاطِلاً = باطل، غلط، فضول، بیکار + سُبْحٰنَکَ = تو پاک ہے (ہر ایک عیب اور نقص سے) فَقِنَا = پس تو ہم کو بچا + عَذَابَ النَّارِ = نار (آتش دوزخ) کا عذاب (سزا) +

(۱۹۲) رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ = اے ہمارے رب! بے شک جسے تو آگ (آتش دوزخ) میں ڈالے گا سو تو نے اسے رسوا کیا + اِنَّکَ = بے شک تو + اِنَّ = بے شک + مَنْ تُدْخِلِ = تو جسے داخل کرے گا + فَقَدْ = پس سو + اَخْزَیْتَ = تو نے رسوا کیا + ہٗ = اسے + وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ = اور نہیں ہوگا ظالموں کے لئے کوئی ایک بھی مددگار + وَ = اور + مَا = نہیں + لِلظّٰلِمِیْنَ = ظالمین (ظالم لوگوں) کے لئے + مِنْ = سے + اَنْصَارَ = ناصر (مددگار) کی جمع۔

(۱۹۳) رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا = اے ہمارے رب! بے شک ہم نے سنا ایک منادی (رسولؐ) کو + اِنَّنَا (اِنَّ نَا) = بے شک ہم + سَمِعْنَا = ہم نے سنا + مُنَادِیًا = ایک منادی، ایک ندا دینے والا، ایک پکارنے والا (رسولؐ) یُنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ = وہ ندا دیتا تھا۔ ایمان کے لئے + اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ = کہ تم

ایمان لاؤ اپنے رب پر + اَنْ = یہ کہ + اٰمِنُوْ = تم ایمان لے آؤ + فَاٰمَنَّا = پس ہم ایمان لے آئے + رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا = اے ہمارے رب! تو معاف کردے ہمارے گناہوں کو + ذُنُوْبَنَا = ہمارے ذُنُوْبَ (گناہ) + ذُنُوْبَ = ذَنْبَ (گناہ) کی جمع + کَفِّرْعَنَّا سَیِّاٰتِنَا = اورتو (اللہ) دور کردے ہم سے ہماری برائیاں + وَ = اور + کَفِّرْ = تو دور کردے + عَنَّا (عَنْ نَا) = ہم سے + سَیِّاٰتِنَا = ہماری برائیاں + سَیِّاٰتْ = سَیِّئَۃٌ = (برائی) کی جمع + وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ = اورتو (اللہ) ہمیں موت دے نیک انسانوں کے ساتھ + وَ = اور + تَوَفَّنَا = اورتو ہمیں متوفی بنا دے (تو ہم کو موت دے) + مَعَ الْاَبْرَارِ = نیک لوگوں کے ساتھ + مَعْ = ساتھ + اَبْرَارْ = بار (نیک) کی جمع، نیک لوگ +

(۱۹۴) رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰی رُسُلِکَ = اے ہمارے رب! اورتو دے ہم کو جس کا تو نے وعدہ کیا تھا اپنے رسولوں کے ذریعے + رَبَّنَا = اے ہمارے رب + وَ = اور + اٰتِنَا = تو ہم کو دے + مَا = جو چیز + مَاوَعَدْتَّنَا = جس چیز کا تو نے وعدہ کیا + عَلٰی = اوپر + رُسُلِکَ = تیرے رسول + رُسُل = رسول کی جمع، خدا کے پیغمبر + وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ = اورنہ رسوا کرنا ہمیں قیامت کے دن + وَ = اور + لَا تُخْزِنَا = تو ہم کو رسوا نہ کرنا + یَوْمَ = دن + قِیَامَۃِ = قیامت + اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ = بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے + لَا تُخْلِفُ = تو خلاف نہیں کرتا + مِیْعَادْ = وعدہ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں غور وفکر کرنے والے لوگ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس کائنات کو فضول پیدا نہیں

کیا۔اس کی پیدائش بلا مقصد نہیں ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب، قصور اور نقص سے پاک ہے۔ وہ بیکار تخلیق نہیں کرتا۔

(۳) خدا تعالیٰ ہی سے ہر وقت دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے۔

(۴) دوزخ میں ڈالے جانے والے لوگ رسوا ہوں گے اور ظالموں کا وہاں کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

(۵) کائنات کی تخلیق پر غور وفکر کرنے والے اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرمؐ کی دعوت کو سن کر (جان کر) ایمان قبول کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور نیک مومنین کے ساتھ موت کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

(۶) غور وفکر کرنے والے یہ مومنین خدا تعالیٰ سے وہ تمام برکات، فیوض اور نعمتیں طلب کرتے ہیں جن کا خدا نے اپنے رسولوں سے وعدہ کیا تھا۔ انہیں پختہ یقین ہوتا ہے کہ خدا اپنا یہ وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

بنیادی نکات

خدا تعالیٰ کی ذات پاک بے عیب اور ہر قسم کی قدرت اور حکمت کی مالک ہے۔ اس نے کوئی چیز بھی بے کار، فضول اور بلا مقصد پیدا نہیں کی۔اس کی پیدا کی ہوئی چیزیں اپنے اندر خاص حکمت اور مقصدیت وافادیت رکھتی ہیں مگر اکثر اوقات ہم ان کی پوری حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے۔ یہ عظیم الشان اور حیرت انگیز کائنات کی تخلیق بھی بے کار اور فضول نہیں بقول اقبالؒ:

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں
کوئی برا نہیں قدرت کے کار خانے میں

خالق کائنات نے اپنے پاک کلام یعنی قرآن مجید میں بے شمار آیات میں

کائنات کے گہرے مطالعہ اور مشاہدہ کی تلقین کی ہے۔ جو عقلمند لوگ کسی خاص تعصب اور پہلے قائم کیے ہوئے نظریے اور عقیدے کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ان پر خدا تعالیٰ کی حکمت ،خلاقی صفت اور شان ربوبیت کا انکشاف ہوتا ہے۔ وہ لازماً اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اس کائنات کو خدا تعالیٰ نے کسی حادثہ کے طور پر پیدا نہیں کیا۔بلکہ اس کی پیدائش با مقصد اور حقیقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس عظیم ترین اور پراز حکمت کائنات کی حقیقت کو جاننے کے بعد کہ وہ لا محالہ اس کے خالق کے وجود،اس کی عظمت اور جبرات کے قائل ہوجاتے ہیں ۔ اس وقت انہیں اپنی بے چارگی ،کم علمی اور محدود ہستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ خالق کائنات کی بارگاہ میں اپنی کوتاہیوں اور گناہوں کی معافی طلب کرتے ہوئے آتش دوزخ سے پناہ کی بھی درخواست کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی دراصل اہل دانش ہوتے ہیں۔اس کے برعکس جو انسان ظاہری آنکھیں تو رکھتے ہیں مگر ان کے دل کی آنکھ بینا نہیں ہوتی تو وہ حقیقت میں اہل دانش واہل نظر نہیں ہوتے ۔

اے اہل نظر! ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا
(اقبال)

مومنین کی دعا

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ (الفرقان ۲۵:۷۴)

اور وہ (کامل مومنین) کہتے ہیں :۔
”اے ہمارے پروردگار !ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا“۔

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبَّنَا هَبْ لَنَا =اے ہمارے رب تو ہمیں عطا کر +رَبَّنَا =اے ہمارے پروردگار+هَبْ =عطا کر+لَنَا =ہمارے لئے +مِنْ اَزْوَاجِنَا =ہماری بیویوں سے+اَزْوَاج =زوج (بیوی) کی جمع +وَذُرِّيّٰتِنَا =اور ہماری ذریات ،ہماری اولاد+ذُرِّيَات =ذُرِّيَة کی جمع +قُرَّةَ اَعْيُنٍ =آنکھوں کی ٹھنڈک +قُرَّة =ٹھنڈک +اَعْيُنٌ =عَيْن (آنکھ) کی جمع +وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا =اور ہمیں متقی انسانوں کے لئے امام بنا دے+وَاجْعَلْنَا =اور ہمیں بنا دے+ مُتَّقِيْنَ =مُتَّقِيْ (پرہیزگار) کی جمع +اماماً =پیشوا امام۔

آیت کا خلاصہ

(۱) کامل مومنین اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کی بیویوں اوران کی اولاد کو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔

(۲) وہ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں متقی لوگوں کی امامت عطا کردے۔

اہم نکات

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ قرآن رحمٰن کے بندوں کی مختلف صفات حسنہ کا ذکر کرتا ہے۔ ان کی صفات یہ ہیں کہ وہ راتوں کو خدا کی عبادت کرتے اور خدائے واحد کو اپنا حاجت روا خیال کرتے ہیں۔ وہ جھوٹی شہادت نہیں دیتے اور نہ ہی کائنات کے مطالعہ ومشاہدہ سے غافل ہوتے ہیں۔اسی ضمن میں ان کی یہ دعا بیان کی گئی ہے۔

اہل ایمان نیکی کی راہ پر چلتے ہوئے اپنے حقیقی معبود،خالق ،مالک اور رازق سے ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں کہ ان کی خانگی زندگی بھی نیکیوں،سفارتوں اور خوشگواریوں کی آئینہ دار ہو۔گھریلو زندگی کو پرسکون اور مسرتوں کا باعث بنانے میں نیک خصلت اولاد اور پاک طینت بیوی نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔عقل مند اور صالح انسان اپنی انفرادی اور

اجتماعی زندگی کو زیادہ سے زیادہ بھلائیوں کا مجموعہ دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ اجتماعی حسنات کا آغاز پہلے گھر ہی سے ہوا کرتا ہے۔ اگر بیوی اور اولاد نیک انسان کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں تو پھر زندگی اجیرن ہو جایا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے مومن خدا سے یہ دعا کرتا ہے کہ اس کی بیوی اور اولاد اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں۔

بندۂ مومن چونکہ خود تقویٰ و پاکبازی کا حامل ہوتا ہے اس لئے وہ اجتماعی انداز میں بھی پرہیزگاری کے ماحول کی تمنا رکھتا ہے۔ اس کی یہ حسین آرزو ہوتی ہے کہ وہ اہل تقویٰ کے لئے بھی قائدانہ کردار ادا کرے۔

جادوگروں کی دعا

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝ (الاعراف ۷:۱۲۶)

(خدا پر ایمان لانے والے جادوگروں نے فرعون سے کہا) تو (فرعون سے خطاب ہے) ہم سے جو انتقام لینا چاہتا ہے۔ وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ جب ہمارے پاس ہمارے رب کی نشانیاں آگئیں تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔ (ان مومن جادوگروں نے خدا سے دعا کی):۔

"اے ہمارے پرورش کرنے والے! تو ہمیں صبر عطا کر اور ہمیں مسلمانوں کی حیثیت سے موت دے"۔

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبَّنَا = اے ہمارے رب! اے ہمارے پروردگار + اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا = تو ہمیں صبر دے تو ہم پر صبر ڈال + رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا = اے ہمارے رب! ہمیں صبر دے + اَفْرِغْ = تو ڈال دے + وَتَوَفَّنَا = اور تو (اے رب) ہمیں موت دے اور تو وفات

دے ، تو ہم کو متوفی بنا +مُسْلِمِيْنَ =مسلمانوں کے طور پر ،مسلمانوں کی حیثیت سے
+مُسْلِمِيْنَ =مسلم کی جمع ،خدا کے اطاعت گزار بندے،خدا کے احکام کو کسی چون و چرا
کے بغیر ہر وقت اور ہر جگہ ماننے والے لوگ۔

آیت کا خلاصہ

(۱) فرعون کے دربار میں جادوگروں نے کفر چھوڑ کر ایمان کی دولت پائی۔اور خدا تعالیٰ سے دعا کی۔

(۲) انہوں نے فرعون کے انتقام کی دھمکیوں کے باوجود ایمان لا کر خدا سے صبر و ثبات کی دعا مانگی۔

(۳) انہوں نے اپنی دعا میں مسلمانوں کی حیثیت سے مرنے کی خدا تعالیٰ سے التجا کی تھی۔

بنیادی نکات

اس دعا کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون کو حق کی طرف بلایا اور اسے خدا تعالیٰ پر ایمان لانے کو کہا تو فرعون نے اسے رد کیا۔ اس نے انہیں جادوگر کہا جب اس نے حضرت موسیٰ ؑ کے عصا (لاٹھی) کا معجزہ دیکھا۔ عصائے موسیٰ ؑ نے جب ایک واضح بڑے سانپ کی شکل اختیار کی تو فرعون نے اسے جادو کا کرشمہ قرار دیا۔ اس نے حضرت موسیٰ ؑ کے مقابلہ میں اپنے ماہر جادوگروں کو بلایا۔ جب ان جادوگروں نے معجزہ عصا دیکھا تو وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔ یہ غیر متوقع حالات دیکھ کر فرعون نے انہیں سزا دینے کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ اس وقت ان مومن جادوگروں نے یہ الفاظ کہے۔ انہوں نے اپنی دعا میں خدا تعالیٰ سے صبر و ثبات اور مسلمانوں کی حیثیت سے مرنے کی التجا کی تھی۔

جادو محض نظر کا دھوکا اور خاص مشق و مہارت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہ شیطانی کرشمہ رحمانی معجزات کا کیسے مقابلہ کرسکتا ہے؟ جادو گویا کاغذی پھول کی مانند کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی اجازت پر مبنی معجزہ حقیقی ہوا کرتا ہے:۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

فرعون کی بیوی کی دعا

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ (التحریم ۶۶:۱۱)

اور اللہ نے اہل ایمان کے لئے فرعون کی بیوی (آسیہ بنت مزاحم) کی ایک مثال دی ہے۔ جبکہ اس نے خدا سے کہا (دعا کی):۔

"اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس (قریب) جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے (برے) کاموں سے بچا اور مجھے ظلم کرنے والی قوم سے نجات دے"۔

دعا کے الفاظ کے معانی

رَبِّ ابْنِ لِيْ = اے میرے رب! تو بنا دے میرے لئے + رَبِّ = رَبِّيْ، اے میرے پروردگار + لِيْ = میرے لئے، میرے واسطے، عِنْدَكَ = اپنے پاس، اپنے قریب + عِنْدَ = پاس، قریب + بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ = جنت میں ایک گھر + بَيْتَ = گھر + فِيْ = میں + وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ = اور تو مجھے نجات دے فرعون اور اس کے (برے) کاموں سے + وَ = اور + نَجِّنِيْ = تو مجھے نجات دے، تو مجھے بچالے + مِنْ

= سے + عَمَلِهٖ = اس (مراد فرعون) کے عمل سے (مراد ہے اس کے برے کاموں سے)

+ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ = اور تو (اے رب) مجھے نجات دے ظالموں کی قوم سے

+ ظَالِمِیْنَ = ظالم کی جمع +

آیت کا خلاصہ

(۱) فرعون کی ایمان لانے والی بیوی نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ وہ اس کے لئے جنت میں اپنے قریب ایک گھر بنا دے۔

(۲) اس مومنہ نے اللہ سے یہ بھی دعا کی تھی کہ وہ اسے فرعون کے غلط کاموں سے اپنی حفاظت میں رکھے۔

(۳) اس ایماندار خاتون نے ظالم قوم فرعون سے نجات کی بھی التجا کی تھی۔

بنیادی نکات

حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے فرعون کا اصلی نام رعمیس یا منفتاح تھا۔ لفظ ''فرعون'' دراصل مصر کے بادشاہوں کا عام لقب تھا جیسے لفظ ''بادشاہ یا لفظ سلطان'' وغیرہ جس طرح ایران کے ہر بادشاہ کا لقب ''کسریٰ'' اور روم کے بادشاہ کا لقب ''قیصر'' تھا۔ اسی طرح فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب ہوا کرتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اس بادشاہ کے محل میں پرورش پائی اور بعدازاں اسی کو دعوت حق دی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی دعوت وتبلیغ کو رد کر دیا تھا مگر اس کی بیوی نے ایمان قبول کیا۔ اس مومنہ کو فرعون کی ظالمانہ اور کافرانہ طرز حکومت سے سخت نفرت تھی اس لئے وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہی۔

فرعون کی نیک اور ایماندار بیوی نے اپنے خالق اور رب سے یہ عاجزانہ درخواست کی کہ وہ اس کو فرعون کے برے اعمال سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ خدا تعالیٰ نے اس کی یہ مخلصانہ اور ایمان آموز دعا کو شرف قبولیت بخشا اور اسے فرعون کے غلط

کاموں سے محفوظ رکھا۔اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی یہ دعا اثر انگیز ثابت ہوئی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

فرعون کی بیوی کی دعا کا دوسرا اہم پہلو یہ تھا کہ اس نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے پروردگار سے یہ بھی التجا کی کہ وہ جنت میں اسے اپنے قریب ایک گھر بنادے۔وہ دنیا میں بھی قرب الٰہی کے لئے کوشاں رہی اور آخرت میں بھی اسی قرب کے لئے دعا کیا کرتی تھی ۔کیا یہ خدا کی نرالی شان نہیں کہ اس نے حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے گھر میں پرورش دلائی اور پھر اسی کے ہاتھوں فرعون کی تباہی ہوئی ؟اسی طرح اللہ جل شانہ نے فرعون جیسے بت پرست ،ظالم اور فاسق بادشاہ کی بیوی کو دولت ایمان سے نوازا اور اسے جنت کا مشتاق بنادیا۔خدا کی قدرت کے رنگ ہی بڑے حیرت انگیز اور حکمت آموز ہوتے ہیں۔اس کی شان بلاشبہ بڑی ہی نرالی ہے :۔

عمر جسے چاہا تو نے بنادیا تری شان جل جلا لہ

نیک لوگوں کی دعا

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○ (آل عمران ۳:۹۔۸)

"اے ہمارے پالنے والے !ہمیں ہدایت دینے کے بعد تو ہمارے دلوں میں کجی (ٹیڑھ) پیدا نہ کرنا اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرمانا۔ بے شک تو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے(سب کچھ دینے والا ہے)

اے ہمارے پروردگار! تو سب لوگوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں (روزحشر) بلاشبہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا"۔

الفاظ کے معانی

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا =اے ہمارے رب! تو ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر ہم کو اپنی ہدایت دینے کے بعد+رَبَّنَا =اے ہمارے پروردگار+لَا تُزِغْ =تو ٹیڑھا نہ کر+قُلُوْبَنَا =ہمارے قلوب، ہمارے دل+قُلُوْبَ =قَلْبَ (دل) کی جمع+بَعْدَ =بعد+ اِذْ= جب+هَدَيْتَنَا =تو نے ہمیں ہدایت دی+وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً =اورتو اپنی جناب سے ہمیں رحمت عطا کر+وَ =اور+هَبْ =عطا کر+لَنَا= ہمارے لئے +مِنْ =سے + لَدُنْ =جناب ،حضور+رَحْمَةً =رحمت+اِنَّكَ =بے شک تو +اَنْتَ =تو+وَهَّابُ =عطا کرنے والے+رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ =اے ہمارے رب! بے شک تو لوگوں کو جمع کرنے والا ہے+جَامِعُ النَّاسِ =لوگوں کو جمع کرنے والا +جَامِعُ =جمع کرنے والا+ نَاس=لوگ+لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ =اس دن کے لئے جس میں کوئی شک نہیں+لِ =کے لئے +يَوْمَ =دن+لَا رَيْبَ =شک نہیں+فِيْهِ = اس میں +اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ= بے شک اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے (وہ وعدہ توڑنے والا نہیں)+اِنَّ =بے شک+لَا يُخْلِفُ =وہ خلاف نہیں کرتا ہے+مِيْعَاد =وعدہ۔

آیات کا خلاصہ

(۱) اللہ سبحانہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جارہی ہے کہ وہ ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں میں کسی قسم کی کجی پیدا ہونے نہ دے اور وہ ہمیں اپنی رحمت سے نوازے۔

(۲) اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا تا کہ ان سب کے

اچھے اور برے کاموں کا حساب لیا جائے۔ اس دعا میں اس امر کی طرف بڑا واضح اور یقینی اشارہ کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے اس لئے وہ یقیناً اپنے اس وعدے کو پورا کرے گا۔

بنیادی نکات

ہمارا یہ پختہ ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ خیر ہی خیر ہے۔ اس کی طرف ہی سے ہمیں ہدایت ملتی ہے مگر اس ہدایت کے لئے اس نے سب سے بڑا ذریعہ اپنی الہامی کتابوں اور اپنے برگزیدہ نیک اور معصوم بندوں یعنی انبیائے کرامؑ اور مرسلینؑ کو بنایا ہے۔ جبرئیل امینؑ خدا تعالیٰ کے پیغامات ان نبیوں اور رسولوں کو دینے کے لئے آتے تھے۔ نبی اکرمؐ خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں اب وہی تمام انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ ہدایت دراصل وہ صراط مستقیم ہے جس کی نشان دہی سب انبیائے کرامؑ نے کی تھی اور وہ سیدھا راستہ رشد و ہدایت، فلاح و کامرانی، دینی اور دینوی بہتری اور نجات کا اہم ذریعہ ہے۔ وہ انسان بڑا ہی خوش نصیب ہوتا ہے جو اس سیدھے راستے پر گامزن ہوا کرتا ہے۔ اس دعا میں خدا تعالیٰ سے یہ التجا کی گئی ہے کہ وہ کسی طرف سے بھی ہمارے دلوں میں کوئی ٹیڑھ پیدا نہ ہونے دے۔ دل کی کجی سے مراد یہ ہے کہ دل خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانی وسوسوں اور غلط خواہشات اور میلانات کو پسند کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت ہی کے ذریعے سے انسان کو ہدایت کا راستہ دکھایا جاتا ہے۔

ہمیں اس امر کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ اس میں ہمیں ایک خاص مدت تک زندگی گزارنے کے لئے بھیجا گیا ہے تاکہ یہ دیکھا جائے کہ کون سیدھی راہ پر چلتا ہے اور کون غلط روش کو اختیار کرے گا۔ خدا نے ہمیں نیکی اور بدی کی دونوں راہوں سے روشناس کرا دیا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ہم یزدانی راہ پر چلتے ہیں یا شیطانی روش کو اختیار کرتے ہیں۔ مرنے کے بعد تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے جمع

کیا جائے گا۔ اوران سے ان کے اچھے برے اعمال کا احساب لیا جائے گا۔ اس حساب میں کامیابی اورنا کامی کے بعد انسانوں کو جنت یا دوزخ کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

اس دعا میں ہم اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ! تو مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ کرکے جمع کرے گا۔ وہاں ہمارا حساب ہوگا جس کے مطابق ہمیں جزا اور سزا دی جائے گی۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم پر اپنا کرم کرے اور ہمیں جنت عطا کرے۔ آمین۔

نیکوں کی دعا

رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝

(المومنون ۲۳:۱۰۹)

”اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے سو تو ہمیں معاف کردے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے“۔

الفاظ کے معانی

رَبَّنَا = اے ہمارے رب + اٰمَنَّا = ہم ایمان لائے + فَاغْفِرْ لَنَا = پس ہم کو معاف کردے، سو ہمیں بخش دے + وَارْحَمْنَا = اور ہم پر رحم کر + وَ = اور + ارْحَمْنَا = ہم پر رحم کر + وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ = اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم ہے + اَنْتَ = تو + خَیْرُ = بہت، اچھا + رَاحِمِیْنَ = رَاحِم (رحم کرنے والا) کی جمع۔

آیت کا خلاصہ

(۱) خداتعالیٰ پر ایمان لانے والے، اس سے یہ التجا کرتے ہیں کہ خدا ان کے عیبوں، خطاؤں اور گناہوں پر پردہ ڈال دے۔

(۲) وہ خدائے رحیم وکریم سے اپنی دعا میں اس کی رحمت طلب کرتے ہیں کیونکہ وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اہم نکات

ان دعائیہ کلمات سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ جب اہل دوزخ کو دوزخ میں سزا مل رہی ہوگی تو اس وقت وہ خدا سے التجا کریں گے کہ وہ انہیں دوزخ سے نکال دے۔ خدا تعالیٰ ان کی اس التجا کو رد کردے گا اور ان سے کہے گا کہ تم میرے مومن بندوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اب اپنی سزا چکھو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے مومن نیک بندوں کا ذکر کرتے ہوئے کہے گا کہ میرے یہ مومن بندے مجھ سے ہمیشہ اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی بخشش اور میری رحمت طلب کیا کرتے تھے۔

نیک بندوں کی دعا

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ○

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ق صلے اِنَّ

عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ لا صلے

اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ○

(الفرقان ۲۵:۶۵۔۶۳)

"اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو وہ انہیں سلام کہتے ہیں۔
اور وہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کرکے اور

(عجز وادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

اور وہ ایسے لوگ ہیں جو دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دور رکھیو۔ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔

بنیادی نکات

(۱) اللہ کے بندے (غلام) زمین پر اکڑ اکڑ کر نہیں چلتے بلکہ ان کی رفتار آہستہ اور سنجیدہ ہوتی ہے۔

(۲) اللہ کے یہ غلام جاہل لوگوں کی گفتگو سننے سے احتراز کرتے ہیں۔

(۳) یہ نیک بندے راتوں کو جاگ کر خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

(۴) وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں دوزخ کے تکلیف دہ عذاب سے دور رکھے۔

دعا کے چند اہم پہلو

خدا ہی سے دعا کرنی چاہیے

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝

(البقرہ۲:۱۸٦)

"اور (اے نبیؐ) جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں دریافت کریں تو انہیں بتا دو کہ میں تمہارے قریب ہی ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس ان کو چاہیے کہ وہ میری دعوت کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ نیک راہ پالیں۔"

بنیادی نکات

(۱) خدا تعالیٰ ہر وقت ہمارے قریب ہوتے ہیں اور وہ ہماری تمام باتوں کو دیکھتے اور جانتے ہیں اس لئے وہ براہ راست ہماری دعائیں سنتے ہیں اور وہ ہماری پکار کا جواب دیتے ہیں۔ جب وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہیں تو پھر ہم اپنی دعا اس سے براہ راست کیوں نہ کریں۔ غیر اللہ سے اپنی حاجت روائی کے لئے کیوں التجائیں کریں؟۔

کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے؟

پیران کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو

(۲) اللہ تعالیٰ نے ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ وہ ہمارے قریب

ہونے کی حیثیت سے ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ اس قرب کے باوجود ہم اسے جنگلوں اور غاروں میں کیوں تلاش کریں؟

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں

وہ نکلے میرے ظلمت خانہ دل کے مکینوں میں

(اقبال)

(۳) اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حقیقی مشکل کشا اور حاجت روا ہے اس لئے اس نے ہمیں اس آیت میں حکم دیا ہے کہ ہم اس کی بارگاہ ہی میں اپنی دعا کریں اور اس بات پر پختہ ایمان رکھیں کہ وہ ہماری حاجات اور ضروریات کو پورا کرنے کی کلی طاقت رکھتا ہے۔

(۴) اس امر کو راہ رشد وہدایت کہا گیا ہے۔ اس سیدھے اور بڑے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھی راہوں اور پگڈنڈیوں پر چلنا ایمان اور دانش کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

دنیا اور دین کی بھلائیوں کے لئے دعا

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ٥

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ٥

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ط وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ٥

(البقرہ ۲:۲۰۰۔۲۰۲)

پس لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں (دعا مانگتے ہیں):۔

"اے ہمارے رب! تو ہم کو دنیا ہی میں دیدے (جو کچھ دینا ہے)

اور ایسے لوگوں کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ۔ اوران میں سے بعض ایسے
ہیں جو یہ دعا کرتے ہیں۔ کہ ہمارے رب ! تو ہمیں دنیا میں بھی بھلائی
عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے
بچا۔یہی لوگ ہیں جن کے لئے ان کے کاموں کا حصہ (اجر) تیار ہے
اوراللہ جلد اپنا حساب چکانے والا ہے۔''

الفاظ کے معنی

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ =پس لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے (دعا مانگتا ہے)+رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا =اے ہمارے رب ! تو ہمیں دنیا میں عطا کر +وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ = اورآخرت میں اس کے لئے نہیں ہے +مِنْ خَلَاقٍ =کچھ بھی حصہ+رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً = اے ہمارے رب !تو ہمیں دنیا میں بھلائی دے +وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً =اورآخرت میں بھی بھلائی (دے)+وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ =اورتو (اللہ) بچا ہم کو آگ (دوزخ) کے عذاب سے +اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ =یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے حصہ ہے +مِّمَّا كَسَبُوْا = اس چیز میں سے جسے انہوں نے کمایا (یعنی ان کے اعمال)+وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ = اوراللہ حساب چکانے میں جلدی کرنے والا ہے۔

بنیادی نکات

(۱) ان آیات میں یہ بات ذہن نشین کرائی جارہی ہے کہ جو انسان خدا تعالیٰ سے محض دنیاوی مال ومتاع دنیاوی فوائد اور یہاں کے ثواب کو چاہتا ہے ۔ اسے اس کے اچھے کاموں کا یہاں ہی صلہ دیا جاتا ہے ۔آخرت میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔

(۲) انسانوں کا دوسرا گروہ اپنے نیک اعمال کا بدلہ اوربھلائی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حاصل کرنے کی دعا کرتا ہے ۔ وہ دنیا اور آخرت کی حسنات

کو طلب کرنے کے ساتھ ساتھ عذاب دوزخ سے بچنے کی بھی دعا مانگتا ہے۔
ایسے لوگوں کا جلد حساب چکا دیا جائے گا۔

(۳) قرآن حکیم نے ہمیں دنیاوی اور اخروی بھلائیوں کو خداتعالیٰ سے طلب کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس لحاظ سے اسلام دنیا اور آخرت دونوں کو یکجا کردیتا ہے۔ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کی دعا کرنا ہی حقیقت میں اسلام کا تقاضا ہے۔ محض دنیا کے مال ومتاع کو طلب کرنا درست نہیں۔ بقول اقبالؒ:

یہ مال و دولت دنیا ، یہ رشتہ و پیوند
بتان و ہم و گماں ، لا الہ الا اللہ

غیر اللہ سے دعائیں کرنے والے

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ٥
وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ٥ (الاعراف ۷:۱۹۸۔۱۹۷)

''اور (اے مشرکین) تم جن کو خدا کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری ہی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کرسکتے ہیں اور اگر تم ان کو سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو سن نہ سکیں اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ (بظاہر) آنکھیں کھولے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر فی الواقع وہ کچھ نہیں دیکھتے ہیں۔''

الفاظ کے معانی

وَ = اور + اَلَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ = جن کو تم پکارتے ہو اس (اللہ) کے علاوہ

+ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ = وہ تمہاری امداد کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں، وہ تمہاری نصرت کی طاقت نہیں رکھتے ہیں + وَلَآ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ = اور نہ ہی وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں + وَاِنْ تَدْعُوْھُمْ اِلَی الْھُدٰی = اور اگر تم انہیں سیدھے راستے کی طرف بلاؤ + لَا یَسْمَعُوْا = وہ نہیں سنتے ، وہ سماعت نہیں رکھتے + وَتَرٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ = اور تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ تمہاری طرف نظر کیے ہوئے ہیں + وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ = حالانکہ وہ دیکھتے نہیں ہیں۔

بنیادی نکات

(۱) سورہ اعراف کی ان دو آیتوں میں ایک عام فہم حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور چیز مثلاً بت وغیرہ کو اپنا حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔ مشرکوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ تمہارے یہ باطل معبود تمہاری مدد کرنے سے قاصر ہیں۔ جب وہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے تو تمہاری خاک امداد کریں گے۔ جو خود گمراہ ہو وہ دوسروں کی کیسے راہ نمائی کر سکتا ہے:۔

او خویشتن گم است وکرا رہبری کند

(وہ تو خود گم راہ ہے اس لئے وہ کس کی رہبری کر سکے گا؟)

(۲) بت پرست ان سے ہدایت طلب کرتے ہیں حالانکہ وہ بے جان بت نہ تو ان کی دعائیں سن سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ایسے اندھے اور بہرے خداؤں سے حاجت روائی کی امید رکھنا سخت جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

بتوں سے تجھ کو امیدیں ، خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے ؟

(اقبال)

غیر اللہ سے دعا کرنے والے

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۚ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ السجدة

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

(الرعد ۱۳: ۱۶-۱۴)

"سود مند پکارنا تو اسی (اللہ کے لئے ہے اور جن کو یہ لوگ اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح بھی قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ (دور ہی سے) اس کے منہ تک آ پہنچے حالانکہ وہ اس تک کبھی بھی نہیں آ سکتا۔ اور اسی طرح کافروں کی پکار (دعا) بیکار ہے۔

اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے۔ وہ خوشی سے یا مجبوری سے خدا کے آگے سجدہ کرتی ہیں اور ان کے سائے بھی صبح شام سجدہ کرتے ہیں ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ (تم ہی ان

کی طرف سے) کہدو کہ خدا۔پھر ان سے کہہ کہ تم نے خدا کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔(یہ بھی)تم پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں ؟ یا اندھیرا اوراجالا برابر ہوسکتے ہے؟ بھلا ان لوگوں نے جن کو خدا کا شریک مقرر کیا ہے کیا انہوں نے خدا کی سی مخلوقات پیدا کی ہیں جن کے سبب ان کے لئے مخلوقات مشتبہ ہوگئی ہیں ؟۔کہدو کہ خدا ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ یکتا (اور)زبردست ہے''۔

بنیادی نکات

(۱) خدا تعالیٰ قادر مطلق ،اس کائنات کا خالق ،مالک ،رازق اور ہمارا حقیقی حاجت روا ہے۔اس کو پکارنا ہی مفید ثابت ہوا کرتا ہے۔اس کے سوا کسی اور کو اپنا حاجت روا خیال کرنا درست نہیں۔

(۲) خدا تعالیٰ کو نظر انداز کر کے کسی اور کو اپنا مشکل کشا اورحاجت روا خیال کرنا غلط ہے۔کسی اور میں یہ طاقت کہاں کہ وہ ہماری تمام حاجتوں اوردعاؤں کو پورا کر سکے؟اس ضمن میں یہاں ایک بڑی عمدہ مثال دی گئی ہے۔جو انسان دور سے پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے وہ کیوں کر پانی تک پہنچ سکتا ہے۔خدا تعالیٰ تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔قریبی اور یقینی سہارے کو چھوڑ کر بعید اور غیر یقینی سہاروں پر تکیہ کرنا دانش مندی کی دلیل نہیں۔

(۳) پوری کائنات خدا تعالیٰ کے احکام کے آگے سرتسلیم خم کئے ہوئے ہے۔یہاں وہی حقیقی حکمران ہے۔وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔اس لئے وہی ذات بابرکات ہماری کارساز اور والی ہے۔

(۴) ایسی کامل، بااختیار اور باقی دائمی ہستی کو چھوڑ کر ناقص، بے اختیار ہستیوں کو اپنا کارساز خیال کرنا بے سود ہے۔ ان دونوں کا مقابلہ کرتے ہوئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اندھا اور بینا، روشنی اور تاریکی کیسے برابر ہوسکتے ہیں۔

(۵) اس حقیقت کا بھی اظہار کیا جارہا ہے کہ خدا تعالیٰ ہی نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ کیا کسی اور میں ایسا کرنے کی طاقت ہے؟ جب ایسا نہیں تو پھر غیراللہ کو خدا کا کیوں شریک ٹھہرایا گیا ہے؟۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ٥

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ٥ (بنی اسرائیل ۱۷:۵۷-۵۶)

" (اے نبی) کہو (کہ مشرکو:) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے۔ ان کو بلا دیکھو۔ وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کے بدلنے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔

یہ لوگ جن کو (خدا کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خدا کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف کھاتے ہیں۔ بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔"

• بنیادی نکات

(۱) قرآن حکیم نے اپنی بے شمار آیات میں غوروفکر اور مشاہدہ کائنات کی اہمیت کو

واضح کرتے ہوئے ہمیں عقل سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جابجا اپنے احکام اور تعلیمات کے حق میں دلائل دے کر ہمیں سمجھایا ہے۔ ہمارے لئے بھی یہ لازم ہے کہ ہم بھی قرآنی احکام اور اسرار و حقائق کو دلائل و براہین کے ساتھ بیان کریں۔

(۲) غیر اللہ کو اندھا دھند اپنا معبود، حاجت روا اور مشکل کشا ماننے والوں کو یہ بتایا جا رہا ہے۔ کہ جن کو تم اپنا معبود تصور کرتے ہو وہ بے حرکت تمہاری مشکلات کو ہرگز دور نہیں کر سکتے۔

(۳) جن لوگوں کو ہم خدا کے علاوہ پکارتے ہیں وہ تو خود خدا تعالیٰ کے قرب کے طلب گار ہیں۔ وہ خدا کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔

قرآن حکیم ہمارے دل و دماغ میں یہ حقیقت راسخ کرتا ہے کہ جن انسانوں کو ہم اپنا حاجت روا، کارساز اور مشکل کشا خیال کرتے ہیں وہ تو خود خدائے کے رحیم و کریم کے قرب اور اس کی رحمت کے لئے کوشش کرتے ہیں اور وہ نیک لوگ عذاب دوزخ سے خائف رہتے ہیں۔ انہوں نے کبھی اپنے آپ کو ہمارا حاجت روا اور مشکل کشا قرار نہیں دیا۔ ہم خود ہی اپنے اس فعل کے ذمہ دار ہوں گے۔ قرآن نے فرمایا ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ''(اللہ ان لوگوں کا دوست ہے) جو ایمان لائے'' ایسے محکم سہارے کو چھوڑنا درست نہیں۔

ناشکرے لوگ

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ۥ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ٥

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۝

(بنی اسرائیل ۱۷: ۶۶-۶۸)

''تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو۔ بے شک وہ تم پر مہربان ہے۔
اور جب تم کو دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (یعنی ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جن کو تم پکارتے ہو سب اس (خدا) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔ پھر جب وہ تم کو (ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لیجاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔ اور انسان ہے ہی ناشکرا۔
کیا تم (اس سے) بے خوف ہو کہ خدا تمہیں خشکی کی طرف (لے جا کر زمین میں) دھنسا دے یا تم پر سنگریزوں کی بھری ہوئی آندھی چلا دے؟ پھر تم اپنا کوئی نگہبان نہ پاؤ گے۔''

بنیادی نکات

(ا) اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس تمام وسیع اور حیرت انگیز کائنات کا اصل حکمران اور مالک خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے انسان کو تمام مخلوقات پر فوقیت دیتے ہوئے کائنات کی بہت سی چیزوں کو انسان کے ماتحت کر دیا ہے۔ تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھا سکے۔ دریاؤں اور سمندروں میں پوشیدہ خزانوں اور رواں دواں کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے ہمیں بے شمار فوائد مل رہے ہیں یہ صرف خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ ہی ہمیں دریا اور سمندر کی طوفان خیزی سے بچا کر ساحل کی جانب لے آتا ہے۔ جب ہم طوفان کی غضبناکی کو دیکھتے ہیں تو اس وقت ہم بے اختیار خدا ہی سے حفاظت کی دعا مانگنے لگتے ہیں اور جب ہم اس آفت سے نجات پالیتے ہیں تو پھر ہم خدا کو بھول جاتے ہیں۔ یہ کتنی سخت ناشکرگزاری ہے۔ اس وقت خدا کے منکرین اور غیر اللہ کے پجاری بھی گڑگڑا کر خدا ہی سے دعائیں مانگتے ہیں۔ جب لوگ بتوں سے مایوس ہوجاتے ہیں تو وہ خدا کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ بقول شاعر:۔

جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

(۳) خدا تعالیٰ چونکہ قادر مطلق ہے اس لئے وہ سب کچھ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہمیں طوفان دریا سے نجات دینے کے بعد خشکی پر بھی مصائب میں گرفتار کر دے۔ یہ اس کا کرم نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ وہ ہماری اس ناشکری اور خود غرضی کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیں کسی اور عذاب میں گرفتار نہیں کرتا؟ ایسے رحیم اور کریم سے اپنا تعلق توڑنا شیوہ بندگی نہیں ہے۔

خودغرض انسان

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ٥

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ٥ ۚ

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ

الْعَشِيْرُ ٥ (الحج ۲۲:۱۳-۱۱)

''اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) خدا کی عبادت کرتا ہے۔ اگر اس کو کوئی (دنیاوی فائدہ) پہنچے تو اس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے۔ (یعنی پھر کافر ہو جائے) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔ یہی تو صریح نقصان ہے۔

یہ خدا کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے سکے۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔

(بلکہ) وہ ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا دوست بھی برا اور ایسا ہم صحبت بھی برا۔''

بنیادی نکات

(۱) حضرت انسان کی ذات عجیب معمہ ہے۔ اس میں خیر اور شر دونوں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی عادات میں حیرت انگیز تضادات پائے جاتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ نیکی کی معراج پر پہنچ کر اشرف المخلوقات بن جاتا ہے۔ اور دوسری طرف بدی کی انتہا پر جا کر وہ اسفل وارذل ہو جاتا ہے۔ وہ خدا پرست بھی ہے اور نفس پرست بھی۔ شیخ سعدی نے کہا تھا:۔

آدمی زادہ طرفہ معجون است
از فرشتہ سرشتہ و زحیوان

''انسان چوں چوں کا عجب مرکب ہے۔ اس کی سرشت میں فرشتوں اور حیوانوں کی آمیزش ہے''۔

(۲) کچھ خود غرض عبادت گزار ایسے بھی ہیں جو کسی دنیاوی فائدے اور طمع کو

سامنے رکھتے ہوئے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ جب ان پر کوئی آزمائش ڈالی جائے تو پھر وہ خدا سے منہ موڑ لیتے ہیں اور خدا سے شکوہ کرنے لگتے ہیں۔ ایسے خودغرض دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھاتے ہیں۔

(۳) جب خدا ان کی دعا کو قبول نہیں کرتا تو وہ غیراللہ کی جانب چلے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس روش کو گمراہی کہا ہے۔

(۴) یہاں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو انسان خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا کار ساز بنالیتا ہے تو پھر اس کا اخروی خسارہ اس کے عارضی فائدے سے زیادہ ہوجاتا ہے۔ آخرت کے دائمی اجر کو نظر انداز کر کے دنیا کے وقتی فوائد پر توجہ دینا حماقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہا تھا:-

کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
فریب سودوزیاں ، لا الہ الا اللہ

غیراللہ سے دعا کرنے والے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝

(الحج ۲۲:۷۴-۷۳)

"لوگو ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے۔ اگرچہ اس کے لئے سب مجتمع

ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دونوں) گئے گزرے ہیں۔

ان لوگوں نے خدا کی قدر جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی کچھ شک نہیں کہ خدا زبردست (اور) غالب ہے۔"

بنیادی نکات

(۱) قرآن مجید تمام انسانوں کی ہدایت، فلاح اور نجات و کامرانی کا سب سے زیادہ موثر، دل نشین اور حکمت سکھانے والی کتاب ہے۔ اسے خدا نے ''ذکر للعلمین'' (تمام جہانوں کے لئے نصیحت) قرار دیا ہے۔ قرآن کے حقائق کو سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سی مثالیں بیان کی ہیں۔

(۲) ان آیات میں خداتعالیٰ نے اپنی تخلیقی صفت کی طرف واضح اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس تمام کائنات کو صرف اسی نے بنایا ہے۔ خدا کے علاوہ کسی اور میں یہ طاقت، صلاحیت اور جرات نہیں کہ وہ اس خدائی صفت کا حامل ہو سکے۔ چنانچہ غیراللہ کے ماننے اور پوجا کرنے والوں کو یہ چیلنج دیا گیا ہے کہ ان کے معبود خدا کی طرح ایک مکھی کو بھی بنا کر دیکھائیں۔ اپنی تمام دماغی صلاحتیوں اور فنی مہارت کے باوجود بھی کوئی اس چھوٹی سی مخلوق کو نہیں بنا سکتا۔ اور نہ ہی مشرکین اور کفار کے جھوٹے اور بے اختیار معبود مکھی سے چھینی ہوئی کوئی چیز واپس دلا سکتے ہیں۔ اس بارے میں یہ باطل معبود اور ان کے پجاری سب بے اختیار ہیں۔ ایسے بے اختیار اور کمزور جھوٹے خدا انسانوں کی حاجتوں کو کیونکر پورا کر سکتے ہیں؟ ان میں ہرگز یہ طاقت نہیں کہ وہ انسانوں کی دعاؤں کو پورا کر سکیں۔

(۳) ان آیات کے آخر میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایسے احمق، جاہل اور

ضعیف الاعتقاد لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہیں کی۔ انہیں معلوم نہیں کہ خدا کی شان اور مرتبہ کتنا بلند ہے۔ اور وہ کن طاقتوں اور کمالات کا مالک ہے۔

غیر اللہ سے دعا نہیں کرنی چاہیے

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

(فاطر ۳۵: ۱۵-۱۳)

وہی رات کو دن میں داخل کرتا اور (وہی) دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہے ہر ایک ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔ یہی خدا تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو۔ وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز کے) مالک نہیں۔

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں۔ اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور (خدائے) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔

لوگو! تم (سب) خدا کے محتاج ہو اور خدا بے پروا سزاوار حمد (وثنا) ہے۔"

بنیادی نکات

(۱) خدا تعالیٰ نے ارضی اور سماوی کائنات کا حیران کرنے والا نظام بنایا اور پھر اس کو اپنی تدبیر کے مطابق خاص قوانین کا پابند کر دیا۔ رات اور دن کو یکے بعد دیگرے آنا اس کی خلاقی قدرت اور شان ربوبیت کا آئینہ دار ہے۔

(۲) اسی قادر مطلق نے سورج اور چاند کو بھی خاص مدت تک اپنے اپنے کام پر لگا رکھا ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات ہی اس ساری کائنات کی خالق، رازق اور مالک ہے۔ سارے جہانوں کا وہی بادشاہ اور حاکم ہے۔

(۴) قرآن کا ارشاد ہے کہ انسان خدا کے علاوہ جن چیزوں اور ہستیوں کو اپنی دعاؤں میں پکارتے ہیں وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کسی چیز حقیقی کے مالک نہیں ہیں۔ ایسے مجبور، بے اختیار اور فانی جھوٹے خدا انسانوں کے لئے کیسے مددگار، حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز ہو سکتے ہیں؟۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

(مٹی کو مقدس عالم کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے؟)

(۵) قرآن نے شرک کے عقیدے پر ضرب کاری لگاتے ہوئے مزید کہا ہے کہ جن اشیاء اور انسانوں کو تم پکارتے ہو اول تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر بفرض محال وہ سن بھی لیں تو تمہاری دعا کو پورا نہیں کر سکتے۔ قیامت کے دن وہ تمہارے مشرکانہ عقیدے اور فعل سے انکار کر دیں گے۔ یعنی وہ یہ کہیں گے کہ ہم نے کب کہا تھا کہ تم ہمیں پکارو۔

(۶) آخر میں انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس امر سے آگاہ کیا گیا ہے۔ کہ تم سب اللہ کے محتاج ہو اور وہ بے نیاز اور حمد وثنا کا سزاوار ہے۔

کیا یہ مسلمہ حقیقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری عبادت اور حمد وثنا کی کوئی حاجت نہیں ؟ یہ سب کچھ ہمارے اپنے فائدے کے لئے ہے ۔ ہم عاجز، ناقص، محدود اور گناہ گار انسان اپنی تمام ضرورتوں کی تکمیل اور اپنی مختلف حاجات کے لئے خدا کے محتاج ہیں۔ہم اپنی پیدائش اور موت پر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ ہمیں ہمیشہ اسی کا محتاج رہنا پڑتا ہے۔

غیر اللہ سے دعائیں مت کرو

قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْهُ بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ (فاطر ۳۵:۴۰)

"(اے نبیؐ) کہو بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو۔ مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کون سی چیز پیدا کی ہے۔ یا (بتاؤ کہ) آسمانوں میں ان کی شرکت ہے ۔یا ہم نے ان کو کتاب دی ہے تو وہ اس کی سند رکھتے ہیں ؟ (ان میں سے کوئی بات بھی نہیں) بلکہ ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں محض فریب ہے ۔"

بنیادی نکات

(۱) نبی اکرمؐ سے کہا گیا ہے ۔ کہ تم مشرکوں سے یہ پوچھو کہ ان کے معبودوں نے کون سا تخلیقی کام کیا ہے ۔ یہ جن کو پکارتے ہیں وہ ذرا ان کی حالت زار، بیچارگی اور مجبوری کو تو دیکھیں کہ وہ کوئی چیز بھی نہیں بنا سکتے ۔ کیا زمین اور آسمانوں کی تخلیق میں انہوں نے خدا کے ساتھ کوئی شرکت کی تھی ؟

(۲) مشرکوں سے دوسرا سوال یہ بھی کیا گیا ہے کہ کیا خدا نے انہیں کوئی آسمانی کتاب دی تھی کہ جس کی سند کے بھروسے پر وہ تمہارے معبود بنے ہوئے ہیں۔

(۳) جو خود بے اختیار اور مجبور ہو وہ دوسروں کو کیا اختیار دے سکتا ہے؟۔ یہ لوگ ظالم ہیں کیونکہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو چھوڑ رکھا ہے اور اس کے مرتبہ عالی پر بتوں کو بٹھایا ہوا ہے۔ ظلم کا لغوی معنی کسی شے کو بے موقع بے محل رکھنا۔ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے مقام پر بتوں اور انسانوں کو بٹھانا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ خدائے حی وقیوم کو چھوڑ کر بے جان اشیاء اور فانی انسانوں کو اپنی امیدوں کا مرکز اور اپنی دعاؤں کا مرجع قرار دینا ظلم اور شرک ہے۔ بقول اقبالؒ:۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

خدا ہی حقیقی حاکم ہے

وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَىْءٍ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (المومن ۴۰:۲۰)

"اور خدا سچائی کے ساتھ حکم فرماتا ہے۔ اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے۔ بے شک خدا سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے"۔

بنیادی نکات

(۱) اس چھوٹی سی دعا کے آغاز میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ جل شانہ کے تمام فیصلے اور احکام برحق ہوتے ہیں۔ چونکہ وہی اس ساری کائنات ارضی وسماوی کا خالق اور مالک ہے اس لئے وہ اپنی مرضی اور اپنے پروگرام کے مطابق اسے رواں دواں رکھے ہوئے ہے۔ اس ضمن میں وہ جو فیصلے بھی کرتا ہے۔ وہ صداقت

اور عدالت پر مبنی ہوتے ہیں۔ ہماری عقل محدود اور ہمارا علم بھی محدود اور ناقص ہوتا ہے۔ اس لیے ہم کائنات کے خدائی نظام کی مکمل حکمتوں اور مقاصد سے کیسے باخبر ہو سکتے ہیں؟ ہم اپنی محدود معلومات کی بنا پر خواہ مخواہ قدرت کے بنائے ہوئے قوانین اور فیصلوں پر نکتہ چینی کرنے لگتے ہیں۔

(۲) مشرکین اور کفار جن انسانوں کو اپنا کارساز اور حاجت روا خیال کرتے ہیں وہ اس کائنات کے بارے میں کوئی حکم بھی نہیں دے سکتے۔ وہ کسی طرح بھی خدا تعالیٰ کو مجبور نہیں کر سکتے۔ کہ وہ ان کی خواہش کے مطابق کوئی فیصلہ کرے۔ اگر خدا تعالیٰ کسی کو اولاد نہیں دینا چاہتا تو مشرکین کے یہ معبود اولاد عطا کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ خدا کی بنائی ہوئی اس کائنات میں صرف خدائی قوانین ہی لاگو کیے جا سکتے ہیں۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین لازماً فساد عالم کا باعث ہوں گے۔

(۳) اس آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری التجاؤں کو سننے والا اور ہمارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے۔ کسی بت اور غیر اللہ میں یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ خدائی منصب پر فائز ہو؟

خدا سے دعا نہ کرنے والوں کی سزا

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۝ (المومن ۴۰:۶۰)

"اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کنیاتے ہیں۔ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔"

بنیادی نکات

(۱) خدا تعالیٰ کی پاک اور بے نیاز ذات بہت سے کمالات اور حسین صفات کی حامل ہے۔ ہمارا خالق ، مالک ، رازق اور رحمٰن ورحیم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ صمد بھی ہے۔ یعنی وہ ہر قسم کی حاجت ، ضرورت اور احتیاج سے پاک ہے۔ وہ ہماری عبادت سے بھی بے نیاز ہے۔ اس کے برعکس ہم اس کی مخلوق ہونے کے لحاظ سے ہر وقت اس کی مدد، توجہ ، ربوبیت اور فضل وکرم کے محتاج رہتے ہیں۔ صرف اللہ ہی ہماری تمام حاجتوں کو پورا کرسکتا ہے۔ اس لئے اس نے اس آیت میں ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ہمیشہ اس سے دعائیں مانگیں کیونکہ وہی ہماری دعاؤں کو قبول کرسکتا ہے۔ جو لوگ اپنی مشکلات اور حاجات کے وقت اس سے دعا نہیں مانگتے وہ گویا اس کے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

(۲) اس آیت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لوگ تکبر اور غرور کی وجہ سے اس کی عبادت کو نظر انداز کرتے ہیں انہیں دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس سزا سے بچائے۔ آمین! نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ”دعا، عبادت کا مغز ہے۔ اس نقطہ نگاہ سے دعا بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ گویا خدا تعالیٰ سے دعا نہ مانگنا تکبر و بے نیازی کے مترادف ہے۔ بعض لوگ جہالت سے یہ کہتے ہیں کہ دعا مانگنا فضول ہے۔ کیونکہ خدا ہر حال میں اپنی مرضی پوری کرتا ہے خواہ ہم دعا مانگیں یا نہ مانگیں۔ دعا نہ مانگنا تکبر کے علاوہ جہالت کی بھی نشانی ہے۔ اگر ہماری کوئی دعا قبول نہ ہوتو ہمیں دعا مانگنے کا انشاء اللہ اجر ضرور ملے گا اور ہماری دعا آنے والی کسی مصیبت کے رد ہونے کا سبب بن جایا کرتی ہے۔

حضورؐ سے خطاب

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ
لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ
الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(المومن ۴۰: ۶۵۔۶۶)

"وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں
تو اس کی عبادت کو خالص کر کر اسی کو پکارو ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو
(سزاوار) ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔
(اے محمدؐ ان سے) کہہ دو کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جن کو تم
خدا کے سوا پکارتے ہو ان کی پرستش کروں (اور میں ان کی کیونکر پرستش
کروں) جبکہ میرے پاس میرے پروردگار (کی طرف) سے کھلی دلیلیں
آچکی ہیں اور مجھ کو حکم یہ ہوا ہے کہ پروردگار عالم ہی کا تابع فرمان بنوں۔"

بنیادی نکات

(۱) خدائے حی وقیوم ہی ہمارا حقیقی معبود ہے۔ اس لئے ہمیں صرف اسی سے خلوص کے ساتھ دعا کرنی چاہیے۔

(۲) خدا تعالیٰ تمام معلوم اور غیر معلوم جہانوں کی ربوبیت کا مکمل اور دائمی انتظام کرنے والا ہے۔ ہر طرح کی تعریف کے لائق وہی ہے۔

(۳) حضور ﷺ سے کہا گیا ہے کہ وہ کفار اور مشرکین کو بتادیں کہ وہ صرف خدائے

واحد ہی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ وہ کسی صورت میں بھی غیر اللہ کی بندگی اختیار نہیں کرسکتے ۔ کیونکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں آچکی ہیں۔

(۴) نبی اکرم ﷺ کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ کفار و مشرکین کو اس بات سے بھی آگاہ کردیں کہ وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کے احکام ہی کو تسلیم کرتے رہیں گے اور غیر اللہ کی عبادت نہیں کریں گے۔ ان آیات میں دعا کے بارے میں اس حقیقت کی طرف واضح اشارہ کیا گیا ہے کہ دین کے مخلص پیروکاروں کو ہمیشہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی اپنی تمام حاجات کی تکمیل اور مشکلات کے حل کے لئے دعا کرنی چاہیے۔ اللہ کے سوا کسی بت یا کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ہماری آرزوؤں اور حاجات کی تسلی بخش تکمیل کرسکے۔ اصل حاجت روا، کارساز اور مشکل کشا خدائے واحد کی ذات پاک ہی ہے۔ اس نے خود بار بار ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم غیر اللہ کی بجائے صرف اسی کو اپنا وکیل اور ولی تصور کریں اور اسی پر بھروسہ کریں۔

خدا کن لوگوں کی دعائیں قبول کرتا ہے

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ٥

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ٥

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○ وَهُوَ الَّذِیْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِيْدُ ○ (الشوری ۴۲: ۲۸-۲۵)

"اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور ان کے قصور معاف فرماتا ہے اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔

اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کئے ان کی (دعا) قبول فرماتا اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے۔ اور جو کافر ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین میں فساد کرنے لگتے۔ لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا (اور) دیکھتا ہے اور وہی تو ہے جو لوگوں کے نا امید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اپنی رحمت (یعنی بارش کی برکت) کو پھیلا دیتا ہے۔ اور وہ کارساز (اور) سزاوار تعریف ہے۔

بنیادی نکات

(۱) اللہ تعالیٰ ہی اپنے وفادار غلاموں کی توبہ قبول کرتا اور ان کے گناہوں اور کوتاہیوں کو معاف کرتا ہے۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ اس سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور نیک کام کرنے والوں کی دعا قبول کیا کرتا ہے۔ اور وہ ان پر اپنے مزید فضل و کرم کی بارش کرتا ہے۔

دل کی گہرائیوں سے مانگی ہوئی سچی توبہ بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت پاتی ہے۔ اللہ اپنے نیک اور مخلص بندوں کی دعا کو اجروثواب سے محروم نہیں کیا کرتا۔ جب کوئی نیک انسان خدا ہی کو اپنا کارساز خیال کرتا ہے۔ تو اللہ اس پر اپنا فضل وکرم کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ وہ اپنے اوپر توکل کرنے والوں کو ناامید کرنا پسند نہیں فرماتا۔

(۳) خدا تعالیٰ اپنے نہ ماننے والے لوگوں کو سخت عذاب دے گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی مشیت کے مطابق رزق دیا کرتا ہے۔ روزی کی تقسیم کے انتظام کی حکمت اور غرض و غایت کو وہی بخوبی جانتا ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنے [illegible] ں کو وسیع رزق دے دیتا تو پھر فساد برپا ہوجاتا کیونکہ برے لوگ تو محر [illegible] کر نیک لوگوں سے رزق چھیننے کے لئے آمادۂ فساد ہوجاتے۔

(۵) جب لوگ قحط سالی سے تنگ ہوکر ناامیدی کا شکار ہوجاتے ہیں تو اس وقت ان پر اپنی رحمت سے بارش کا انتظام خدا تعالیٰ ہی کیا کرتا ہے۔ اس کا حکم ہے:۔ لا تقنطوا من رحمة الله ”تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ“۔ اللہ کے سوا وہ کون ہے جو مایوس کن حالات میں انسانوں کی ناامیدی کو دور کیا کرتا ہے۔ اسی ذات پر مکمل توکل اور یقین کامل رکھنے والوں پر فضل وکرم کی بارش اکرتی ہے۔ خدا کی ہستی کے منکرین کو یہ دولت کیسے نصیب ہوسکتی ہے؟۔

حضور اکرمؐ سے خطاب

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ
الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۖ اِئْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ
قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝
وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

(الاحقاف ۴۶:۴۔۶)

"(اے نبیؐ) کہو کہ بھلا تم نے ان چیزوں کو دیکھا ہے جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے۔ یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے۔ اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ۔ یا علم (انبیاء میں) سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اسے پیش کرو)
اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔
اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔"

بنیادی نکات

(۱) اس تسلیم شدہ حقیقت سے کوئی بیوقوف ہی انکار کرے گا۔ کہ اس تمام زمینی اور آسمانی کائنات کا خالق صرف خدائے واحد ہی ہے۔ اللہ کے سوا تمام باطل معبودوں میں یہ طاقت ہی کہاں ہے کہ وہ کسی چیز کو پیدا کرسکیں۔ ایسے بے اختیاروں سے دعائیں کرنا بے کار اور گمراہ کن نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

(۲) وہ شخص بہت زیادہ گمراہی کا شکار ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے اور اسے اپنا حاجت روا اور حقیقی مشکل کشا سمجھے۔ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے اندھے، بہرے اور گونگے بت انسانی دعاؤں کو سننے اور ان کو قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ انسانوں کی یہ کتنی بڑی ضلالت اور جہالت تھی کہ وہ ہمیشہ باقی رہنے والے اور انسانوں کی حاجت روائی کرنے والے خدا کو چھوڑ کر بے جان اور مجبور بتوں کی پرستش کرتے رہے۔

(۳) دنیا میں بعض انسان خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر جن ہستیوں کی پوجا کرتے رہے اور انہیں بوقت ضرورت و مشکل پکارتے رہے، روز قیامت ان کے یہ باطل معبود ان کے دشمن بن جائیں گے۔ اس وقت یہ باطل معبود کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے انہیں اپنی پرستش کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی ہمارے گرویدہ اور پجاری بن گئے تھے۔

عقل مند انسان وہی ہے جو اپنی عقل خداداد سے کام لے کر اپنے حقیقی خالق، مالک، رازق اور آقا کی عبادت کرے، اس کے احکام کو مشعل راہ بنائے اور

صرف اسے ہی اپنا مشکل کشا اور کارساز خیال کرے۔ اس کو بھلا کر عارضی سہاروں پر زندگی گزارنا درست نہیں :۔

تمام عمر سہاروں پہ آس رہتی ہے
تمام عمر سہارے فریب دیتے ہیں

مصنف کی دیگر کتب

Rs. 400/-
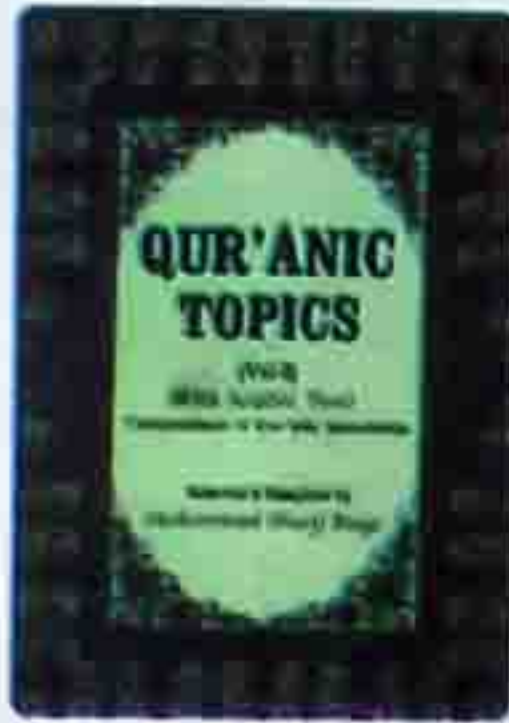
Rs. 500/-

Rs.120/-

Rs. 70/-

Rs. 180/-

Rs. 500/-

34 اردو بازار، لاہور۔ فون: 7352332-7232336
E-Mail:ilmoirfanpublishers@hotmail.com